آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ۔ لو تمھیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۸ | بابت ماہ نومبر ۱۹۰۹ء | نمبر ۱۱

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰۔ نومبر ۱۹۰۹ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔ چندہ سالانہ عوام سے عام طلبا سے

نوٹ:۔ خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط وکتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور لکھا کریں

اطلاع:۔ براہین احمدیہ کمل چار جلد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی۔ لاجواب۔ بے نظیر پُرمعارف تصنیف جسکا حجم قریب ۶۰۰ صفحہ کے ہے تقطیع کلاں اب صرف عہ میں مینیجر بک ڈپو انجمن احمدیہ قادیان سے مل سکتی ہے۔

(مینیجر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام نمبر ۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات

(سلسلہ کیلئے دیکھو گذشتہ نمبر)

قبایل عرب کی عداوت کا از سر نو بھڑک اُٹھنا

مَیں نے گذشتہ نمبر میں یہ لکھا تھا کہ جنگ احد کے بعد جب ابو سفیان کا لشکر حمراء الاسد میں پہنچا اُس جگہ کے لوگوں نے مکہ والوں کو ملامت کرتے وقت کہا لا محمدا قتلتم ولا الکواعب اردفتم بئس ما صنعتم ارجعوا۔ یعنی تم نے نہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کیا اور نہ اُنکی کنواری عورتیں تم لُوٹ کر چڑھالائے تمنے بُرا کام کیا۔ پھر لَوٹ کر لڑائی کرو۔ ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عرب کے قبائل کو قریش کی طرح مسلمانوں کے ساتھ کسقدر عناد تھا اور وہ مسلمانوں کی تباہی کو کسقدر چاہتے تھے۔ اُن کو اسلام سے اسقدر بُغض تھا کہ سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل اور مسلمانوں کی عورتوں کو لُوٹ کر لیجانے کے اور کسی بات پر راضی نہیں ہو سکتے تھے حمراء الاسد مدینہ سے صرف آٹھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب مسلمانوں کے ایسے جانی دشمن اُنکے قرب وجوار میں رہتے تھے تو پھر کس طرح ممکن تھا کہ مسلمان اپنی حفاظت کا سامان کرنے کے بغیر ان خونی دشمنوں کے درمیان امن سے زندگی بسر کرتے۔ لیکن یہ عداوت صرف قرب وجوار تک ہی محدود نہ تھی ملک عرب میں بہت سے سینے ایسے تھے جنمیں دشمنی کی آگ جل رہی تھی۔ غزوہ احد کے بعد عظیم الشان

جنگ جو قریش اور قبائل عرب نے ملکر مسلمانوں کے ساتھ کی غزوہ احزاب ہے جو غزوہ احد سے دو سال بعد واقع ہوا مگر اس درمیانی عرصہ میں عرب کے قبائل نے مسلمانوں کو چین لینے نہ دیا۔ غزوہ احد کی وجہ سے وہ زیادہ گستاخ ہوگئے اور یہ خیال کرکے کہ غزوہ احد کے بعد مسلمانوں کی طاقت پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہوگئی ہے انکو بار بار مدینہ پر چھاپہ مارنیکی تیاریاں کرنے کی جرأت ہوگئی۔ اور اُنکی جمعیتوں کو منتشر کرنے کے لیئے مسلمانوں کو بار بار دُور دراز سفر اختیار کرنے پڑے۔ شمال میں اُنکو شام کے حدود تک جانا پڑا۔ جنوب میں مکہ معظمہ کے قرب وجوار تک اور مشرق میں بنی اسد اور بنی غطفان کے علاقوں تک۔ میور لکھتا ہے کہ غزوہ احد کے بعد دو ماہ تک مسلمانوں کو مدینہ میں امن سے رہنے کا موقعہ ملا۔ مگر جونہی کہ ہجرت کا چوتھا سال شروع ہوا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مختلف مقامات سے قبائل کے جمع ہونے کی خبریں آنے لگیں اور آپنے ارادہ کیا کہ پیشتر اسکے کہ یہ قبائل مدینہ پر حملہ کرسکیں انکو منتشر کیا جائے" دلائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صفحہ ۲۶۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ طلیحہ اور سلمہ جو کہ وسط عرب کے قبیلہ بنی اسد کے سردار تھے مدینہ پر شبخون مارنیکے لیئے اپنے قبیلہ کو اکٹھا کر رہے ہیں یہ سُنکر آپنے ایک جماعت ابو سلمہ کے ساتھ روانہ کی ابو سلمہ کے پہنچنے سے پہلے بنی اسد کی جمعیت منتشر ہوگئی۔ اور وہ واپس چلا آیا۔ دلائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صفحہ ۲۶۶) ابو سلمہ کی جماعت کو مدینہ سے روانہ ہوئے ابھی چار پانچ دن ہی ہوئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ بنی ہذیل کے سردار خالد بن سفیان نے طایف اور مکہ کے درمیان ایک بھاری جماعت اکٹھی کی ہے اور اُس کا ارادہ ہے کہ احد کی لڑائی میں جو نقصان مسلمانوں کو پہنچا ہے اُس سے فائدہ اُٹھایا جائے اور پیشتر اسکے کہ مسلمان اپنی حالت کی اصلاح کرسکیں اُنپر یکلخت ایک بھاری جماعت کے ساتھ حملہ کرکے اُنکا قلع قمع کیا جاوے۔ مگر خدائے تعالیٰ نے جو مسلمانوں کا حامی تھا اُسے موقعہ نہ دیا کہ وہ اپنے بدارادہ میں کامیاب ہو۔ ایک صحابی عبداللہ بن اُنیس نے موقعہ پاکر اُسکو قتل کردیا اور اس طرح مدینہ شریر دشمن کے

بدارادوں سے محفوظ رہا (مواہب زرقانی جزو ثانی صفحہ ۷۵) ناظرین غور کریں
کہ کس طرح متواتر مختلف قبائل مدینہ پر شبخون اور چھاپے مارنیکی تیاریاں کرتے۔
اب عیسائی صاحبان خود ہی فیصلہ کریں کہ اگر ایسی صورت میں مسلمان اپنی حفاظت
کے لیئے تلوار نہ اُٹھاتے تو بادیہ کے رہنے والے قبائل اُنکے ساتھ کیا سلوک کرتے؟
عرب کے اکثر قبائل مسلمانوں کے ایسے جانی دشمن تھے کہ اُن کی بیخکنی کیلیئے نہایت
ہی ظالمانہ دغا بازی اور فریب سے بھی پرہیز نہیں کرتے تھے۔ بنو اسد اور بنو ہذیل
کے منتشر کیا جانیکے قریباً ایک مہینہ بعد عرب کے دو قبائل قارہ اور عضل نے چند
آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجے اور انہوں نے ظاہر کیا کہ ہماری ہم قوم
لوگ اسلام قبول کرنیکے لیئے تیار ہیں آپ چند مسلمانوں کو اسلام کی تبلیغ اور تعلیم
کے لیئے ہمارے ساتھ روانہ کردیں اُمید ہے کہ اُنکے جانیسے اسلام ہماری قوم میں
بہت ترقی کریگا۔ اس سے بڑھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے اور کونسی بات
زیادہ مرغوب ہو سکتی تھی۔ آپ نے چھ یا دس نہایت چیدہ اور مخلص مسلمان جو قرآن شریف
کے حافظ تھے قارہ اور عضل کی تعلیم کے لیئے اُن سفیروں کے ساتھ روانہ کردیئے
جب یہ قاری مقام رجیع میں پہنچے تو اُن دھوکہ بازوں نے بنی ہذیل کی ایک جماعت
کی مدد سے ان بیچارے مسلمانوں کو گھیر لیا اور سوائے حضرت خبیب اور حضرت
زید رضی اللہ عنہما کے اور سب کو نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل کردیا اور حضرت
خبیب و حضرت زید رضی اللہ عنہما کو پکڑ کر مکہ میں جاکر بیچدیا۔ جہاں ایک مجمع عام
کے سامنے مقام تنعیم میں ان دونوں مسلمانوں کو نہایت ظالمانہ طریق سے شہید
کیا گیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا جانے سے پہلے دو رکعت نماز
ادا کرنے کی اجازت طلب کی۔ اور جب نماز ادا کرچکے تو فرمایا خدا کی قسم اگر تم
یہ نہ کہتے کہ میں موت کے خوف سے نماز کو لمبا کر رہا ہوں تو میں نماز کو لمبا کرتا۔ ابوسفیان
نے اُسے کہا کیا تُو پسند کرتا ہے کہ تیری جگہ اسوقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتا
اور تُو اپنے گھر میں امن سے بیٹھا ہوتا۔ خبیب رضؓ نے جواب دیا کہ میں تو یہ بھی پسند

نہیں کرتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک کانٹے کا بھی دُکھ پہنچے۔ ابوسفیان نے کہا۔ خدا کی قسم مینے کبھی کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس سے لوگ اسقدر محبت رکھتے ہوں جسقدر کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتباع محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے رکھتے ہیں۔ حضرت خبیب اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کو کہا گیا کہ اگر تم اسلام سے توبہ کروگے تو تمھیں رہا کردیا جائیگا۔ مگر انہوں نے کفر پر موت کو ترجیح دی اور نہایت ثبات قدم سے خدائے تعالیٰ کی راہ میں جان دی۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ جب قید میں تھے تو قتل ہونیکی تاریخ سے ایک دن پہلے آپنے اُسترا منگوایا۔ ایک عورتنے آپ کو اُسترا دیا اسکے بعد اس عورت کا لڑکا آپکے پاس چلا گیا۔ آپنے اُسے اپنی ران پر بٹھا دیا لڑکے کی ماں لڑکے کو آپ کے پاس بیٹھا دیکھکر گھبرائی اور اُس نے خوف کیا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ شخص اُسترے سے میرے بچّے کو ذبح کردے۔ آپ اُس کی حالت کو دیکھکر سمجھ گئے کہ اس کو اپنے بیٹے کی جان کا خوف ہے۔ آپنے اُسکو تسلّی دی اور فرمایا کہ تُو خوف نہ کر۔ مَیں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ ہمارے مذہب میں غدّاری جائز نہیں ہے۔ (صحیح بخاری۔ زاد المعاد ابن قیم۔ ابن ہشام۔ لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مصنفہ ولیم میور)۔ مکہ والوں کا حضرت خبیب اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کو یہ کہنا کہ اگر تم اسلام سے توبہ کروگے تو تمھیں رہا کردیا جاویگا۔ صاف ظاہر کرتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ کفار کے جنگ کرنیکی وجہ صرف یہی تھی کہ مسلمانوں نے اسلام کو قبول کیا تھا یعنی وہ صرف مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنیکے لیئے اُنسے جنگ کرتے تھے۔ اور اس کُشت و خون سے سوائے اسکے اُن کی اور کوئی غرض نہ تھی کہ اسلام کو مٹا دیا جاوے۔

اسی ماہ میں یعنی ماہ صفر ۴ ہجری المقدس میں ایک اور خطرناک واقعہ ہوا جو پہلوں سے کہیں بڑھکر تھا۔ یعنی ابو براء جو کہ بنی عامر کا ایک سن رسیدہ سردار تھا حضرت نبی کریم صلعم کے پاس آیا اور تحفہ تحائف گذرانکر ملتجی ہوا کہ اُسکو اسلام کی تعلیم سے مطلع کیا جاوے۔ جب اس نے آنحضرتؐ کا وعظ سُن لیا تو کہنے لگا کہ عمدہ مذہب ہے آپ اپنے چند خدّام کو میری قوم میں بنو عامر کے پاس بھیجدیں اور مَیں اُمید کرتا ہوں کہ وہ آپکے دعاوی

کی تصدیق کریں گے" اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمکو نجد کی دغاباز اقوام میں اپنے آدمی بھیجتے وقت خطرہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان میں سے بعض قبائل قریش کے دوست اور مددگار ہیں اسپر ابو برار نے عرض کی کہ "میں ان لوگوں کی حفاظت کا میں ذمہ وار ہوں اور آپ اتنی بات کریں کہ عامر بن طفیل کو جو دوسرے قبیلہ کا سردار ہے ایک خط بھی لکھدیں" اس بڈھے عرب سردار کی بات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین فرمالیا اور صحابہ کرامؓ میں سے ستر چیدہ قاریوں کو منتخب کرکے بنی عامر کی طرف بھیجدیا اور ساتھ ہی عامر کو ایک خط بھی لکھدیا۔ اس جماعت نے روانہ ہوکر بیر معونہ نام ایک چشمہ پر قیام کیا اور ایک ساتھی کو عامر بن طفیل کے پاس خط دیکر روانہ کیا۔ اس سردار نے خط کا مضمون پڑھنے کے بغیر ہی اس ایلچی کو برچھے سے شہید کروادیا اور بنی سلیم کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ باقی مسلمانوں پر جو کہ اپنے ساتھی کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے یک بیک حملہ کردیا اور بے ایمانی سے ان سب کو شہید کردیا۔ ستر مسلمانوں میں سے صرف دو شخص جان سلامت لیجا سکے۔ ایک کو تو مقتولوں کی لاشوں میں مردہ سمجھکر چھوڑ دیا اور دوسرا عمرو بن امیہ اونٹ چرانے کیلئے گیا ہوا تھا۔ آہ۔ کسقدر انسانیت کا خون کیا گیا۔ ستر بے گناہ شخصوں کو محض اس وجہ سے قتل کیا گیا کہ وہ خدائے واحد پر ایمان رکھتے تھے اور کعبہ کے بتوں کی پرستش سے دست بردار ہوگئے تھے۔ انہوں نے عامر کا کیا بگاڑا تھا؟ وہ تو محض پیغامبر ہوکر آئے تھے اور وہ بھی ایک قبیلہ کے سردار کی دعوت پر اور حفاظت کا پختہ وعدہ لیکر (زاد المعاد ابن قیم) اب ناظرین خود غور فرمادیں کہ مسلمانوں کو کس قسم کے غیر مہذب خونخوار وحشیوں سے سابقہ پڑا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب عامر کے حکم سے اُسکے کسی آدمی نے جواب کے منتظر بیکس قاصد کی پیٹھ میں برچھا ٹھونک دیا تو یہ بے رحم سردار بولا۔ "کعبہ کے خدا کی قسم تُو نے خوب وار کیا" اس واقعہ سے صریحاً اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ صحرائے عرب کے خونخوار بت پرستوں کی آنکھ میں کعبہ کے بتوں کی خوشی اسی میں تھی کہ بے گناہ مسلمانوں کا خون بہایا جاوے یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ ہر ایک

مقتول مسلمان ہندوؤں کے نزدیک یا انسانی قربانی کی طرح دیوتاؤں کی بھینٹ سمجھا جاتا تھا۔ مسلمانوں کے لیئے یہ آسان تھا کہ وہ جنگل کے خوفناک درندوں کے درمیان گذارہ کریں مگر ان خونخوار شیطان سیرت صحرائی وحشیوں سے نبھاؤ مشکل تھا۔......
...... اگر معاملات کی اس صورت پر بھی حفاظت ذاتی کیلیئے مسلمان ہتھیار نہ اُٹھاتے تو وہ یقیناً ان انسان صورت بھیڑیوں کا شکار ہو جاتے۔

اس مصیبت سے بچکر جب عمرو بن امیہ گھر کو واپس جا رہا تھا تو اُسے بنی عامر کی قوم کے دو آدمی ملے جنکو اس ستم رسیدہ مسلمان نے بیرِ معونہ کے حادثہ کے انتقام لینے کی غرض سے تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ لیکن یہ دونوں آدمی مدینہ سے آنحضرت صلعم کے ساتھ عہد و پیمان کرکے واپس آرہے تھے۔ جب اس خوفناک قتل سے بچکر آئے ہوئے آدمی نے حضرت نبی کریم صلعم سے تمام واقعہ عرض کیا اور ساتھ ہی جو کچھ راستہ میں گذرا تھا وہ بھی بتا دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں مقتولوں کا خون بہا مع اُس اسباب کے جو عمرو بن امیہ اپنے ساتھ لایا تھا بنو عامر کی قوم کے پاس بھیجدیا۔ ایک منصف مزاج خدا ترس انسان کیلیئے یہ خوب موقعہ ہے کہ وہ ان عربوں کی دغا بازیوں اور فریبوں کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن سلوک اور خوش معاملگی کا موازنہ کرے۔

رجیع کا صدمہ ابھی تازہ ہی تھا کہ یہ جانکاہ حادثہ وقوع میں آیا۔ پیارے ناظرین آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ ان جانکاہ واقعات نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رحیم قلب پر کیا اثر ڈالا ہوگا اور آپ کو کیسا صدمہ ہوا ہوگا۔ بیرِ معونہ کے ستر اور رجیع کے دس شہدا سب کے سب چیدہ مسلمان تھے اور انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غرض کے لیئے منتخب کیا تھا کہ وہ عرب کے اقوام میں داعیان اسلام بنیں دین حقہ کے پاک اصول ان لوگوں کو سکھائیں اور اپنی زندہ مثال سے اسلام کی صداقت کا اظہار کریں۔

ان حوادث پر بس نہیں ہوئی بلکہ ان تازہ زخموں پر نمک لگانیکے لیئے اقوام عرب نے جمع ہو کر مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم

ہوا کہ اسلام کے پرانے دشمن بنی غطفان ذات الرقاع میں جمع ہو گئے ہیں تو آپؐ صحابہؓ کی ایک جماعت لیکر انکو منتشر کرنیکے لیئے روانہ ہوئے۔ یہاں پر یہ بتلا دینا بے محل نہ ہوگا کہ بنی غطفان جیساکہ میور بھی لکھتا ہے قریش کے مددگار تھے اور جو کچھ اُنسے ہوا وہ قریش کے اُکسانے سے ہوا۔ جس کثرت سے مدینہ پر حملہ کرنیکی دھمکیاں دیجاتی تھیں شائد وہ کسی کے لیئے جائے تعجب ہو مگر اُس زمانے کی تاریخ بتلا رہی ہے کہ ان سب واقعات کا ظہور ہوا۔ اگر کوئی اصل عربی کتابیں نہیں پڑھ سکتا تو سر ولیم میور کی لائف آف محمد (صلعم) ہی پڑھکر دیکھ لے اور اپنا اطمینان کرلے۔ بیرٔ معونہ اور رجیع کے حادثات پر ایک نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسلمان ایک گال پر طمانچہ کھاکر دوسری سامنے کر دیتے تو اُنکی بیویاں اور بچے قید کر لیئے جاتے اور غلام بناکر فروخت کر دیئے جاتے اور خود ان پر اسی طرح ہاتھ صاف کیا جاتا جسطرح اُنکے بھائیوں کی جماعتوں پر مذکورہ بالا مقامات میں کیا گیا تھا۔ اگر مسلمانوں کے لیئے اُن کے دشمنوں کی طرف سے کوئی نرمی ہو سکتی تھی تو یہ تھی کہ وہ ارتداد کرکے اپنی جانیں بچا لیتے مگر وہ رسولؐ عربی کے صحابی تھے نہ کہ یسوع مسیح کے شاگرد۔

اس میں کلام نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا ارادہ اسلام اور مسلمانوں کی بیخکنی کرنیکا تھا۔ اور اگر ان کا بچاؤ مطلوب تھا تو دشمنوں کی روک تھام کا کوئی بندوبست ضروری تھا جو تدابیر مسلمانوں نے اختیار کیں اگر وہ ہمارے مسیحی معترضین کی نظر میں ٹھیک نہیں ہیں تو پھر ہم پوچھتے ہیں کہ ان حالات کے ماتحت اور کیا کیا جاسکتا تھا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ کفار نے مکہ میں ہی اسلام کو نیست و نابود کرنیکے لیئے ناخنوں تک زور لگایا؟ کیا یہ سچ نہیں کہ اُنھوں نے مسلمان مہاجرین کا بحیرۂ قلزم تک تعاقب کیا؟ اور وہ بھی اس حالت میں جبکہ وہ ایک غیر ملک میں پناہ گزین ہونا چاہتے تھے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ انھوں نے نجاشی شاہ حبش کے پاس اپنے قاصد قیمتی تحائف دیکر بدیں غرض بھیجے کہ وہ مسلمان مہاجرین کو جنھوں نے اُسکے ملک میں پناہ لی تھی اُنکے حوالہ کر دے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ انھوں نے تمام مسلمانوں کو ایک وادی

میں بند کردیا تھا جسکا نام شعب ابو طالب مشہور ہے اور جہاں وہ تین سال تک بند رہے اور وہ وہ ناقابل بیان تکالیف برداشت کیں کہ جن سے بعض مکہ والوں کے بھی دل اسقدر نرم ہوئے کہ وہ امداد کے لیئے آمادہ ہوگئے ؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ وہ شریف النسب رسول صلعم قریش کے مظالم سے تنگ آکر ایک بےخان ومان انسان کی طرح ہوگیا اور اپنی حفاظت کے لیئے اُسکو پڑوس کی دوسری قوموں سے مدد کی درخواست کرنی پڑی ؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ جب مدینہ والوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں پناہ دینی چاہی تو قریش جامہ سے باہر ہوگئے اور اہل مدینہ کے قافلہ کا محض اسوجہ سے تعاقب کیا کہ اُنہیں وہ آدمی بھی تھے جنہوں نے کمال جرأت سے حضرت نبی کریم صلعم کو مدینہ میں پناہ گزین ہونے کیلیئے کہا تھا کیا یہ سچ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسوقت تک مکہ کو نہیں چھوڑا جبتک کے مدینہ کے نومسلموں سے یہ پختہ وعدہ نہ لے لیا کہ وہ آنحضرت صلعم اور دوسرے مہاجرین کی اس طرح حفاظت کرینگے جسطرح کہ وہ اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں ؟ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش مکہ کی کینہ توز طبیعت کے باعث یقین تھا کہ وہ آپ کا مدینہ میں بھی تعاقب کرینگے ؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اہل مکہ نے مسلمانوں کو ہجرت سے روکنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ؟ جسے پکڑ سکے اُسے قید کرلیا اور جسپر زور چلا اُسے ارتداد پر مجبور کیا - کیا یہ سچ نہیں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابی مکہ سے ہجرت کرچکے تو کفار قریش نے مکہ کے تمام قبائل کو گانٹھ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پر حملہ کرنیکے لیئے آپکے گھر کا محاصرہ کرلیا ؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ جب ان لوگوں کے منصوبے خاک میں مل گئے اور خدا کا رسولؐ جس کی نسبت واللہ یعصمک من الناس کا وعدہ تھا ان کفار کے چنگل سے صحیح سلامت نکل گیا تو آپکی تلاش میں ہر طرف سوار دوڑائے گئے اور آپکے سر مبارک کی قیمت مقرر کیگئی ؟ کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ قریش اُن مسلمانوں کو برابر ایذائیں دیتے رہے جو مکہ سے ہجرت

نہ کرسکے ؟ کیا اس سے انکار ہو سکتا ہے کہ مکّہ کے قافلوں نے اپنی دوست قوموں
اور دوسرے عربی قبائل کو مسلمان مہاجرین کے خلاف اُکسایا ؟ کیا یہ بات مسلّم
نہیں ہے کہ جب کفار کی فوج نے ابو جہل کے ماتحت مکّہ سے کوچ کیا تو ہر ایک فرد کو جو لڑنے
کے قابل تھا اس فوج کی شمولیت کیلیئے مجبور کیا گیا اگر آنکھیں ہوں تو یہ صاف ظاہر ہے
کہ ان لوگوں کی نیت یہی تھی کہ اسلام اور مسلمانوں کو بزور تلوار ہمیشہ کے لیئے نابود کر دیا جائے!
کیا کوئی اس امر کو چھپا سکتا ہے ؟ کہ عرب کے قبائل نے جا بجا جمع ہو کر مدینہ پر حملے کرنیکی ٹھان لی
تھی۔ کیا یہ سچ نہیں کہ جب کبھی مسلمان کفار کے ہاتھ پڑے تو کمال بے دردی سے شہید کئے
گئے یا ارتداد پر مجبور کیئے گئے۔ کیا اس میں کوئی شبہ ہو سکتا ہے ؟ کہ مخالفین نے شروع
ہی سے اسلام کی بیخکنی کا مصمّم ارادہ کیا ہوا تھا اور جس سرعت سے دین حقّہ کی ترقی ہوتی تھی
اس سے دُگنے زور کے ساتھ مخالفت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ منصف ناظرین اب ہم ان سوالوں
کے ساتھ ہی یہ بھی پوچھنے کی جرأت کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے لیئے ان حالات کے ماتحت اسکے
سوا اور کیا صورت ہو سکتی تھی ؟ کہ وہ ذاتی حفاظت کے لیئے تیار ہو جاتے اور جو کچھ اُنسے بھی
بن پڑتا اپنی حفاظت کے لیئے کرتے۔ کیا یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ اپنے دشمنوں کی نقل و حرکت
کی خبر رکھتے ؟ اور اُنکے اچانک حملوں کے جواب کی تیاری کرتے ؟ کیا ہمارے معترض اب
بھی اس امر کو تسلیم نہیں کرینگے کہ ان بے شمار دشمنوں کے نرغہ سے اگر مسلمانوں کا بچاؤ
ہوا تو خدا کے فضل کے ساتھ اور اُسکی امداد سے محض اُنکی ہوشیاری اور مستعدی سے ہوا
دشمنوں کو اُٹھتے ہی دبانے سے دوہرا فائدہ ہوا ایک تو یہ کہ مفسد قبائل کو آیندہ شرارت
کا کم موقعہ ملا۔ اور دوم یہ کہ دوسری قومیں اپنے پڑوسیوں کی پیروی سے باز رہیں۔ اگر اب
بھی کوئی شخص مسلمانوں کو جنگوں کی ابتدا کا ملزم بنائے اور اُن تمام حالات کو نظر انداز کر دے
جنکے باعث مسلمان ہتھیار اُٹھانے پر مجبور ہوئے تھے تو ایسے شخص کو معذور اور ظلمت کا
فرزند سمجھکر ہم حوالہ خدا کرتے ہیں۔

سریّہ ذات الرقاع کے متعلق ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کس رنگ کے انسان تھے۔ دو شخصوں کی نوکری لگائی گئی کہ

وہ اُس کھوہ کے مُنہ پر پہرہ دیں جس کے اندر مسلمان قیام پذیر تھے۔ ایک نے پہلی رات کا پہرہ لیا اور دوسرے نے پچھلی رات کا۔ جب ایک شخص پہرہ پر کھڑا ہوا تو اُس نے خیال کیا کہ وقت گذارنے کے لیئے سب سے بہتر طریق عبادت الٰہی ہے اسلیئے اُس نے اپنے مولا کے حضور نماز نیت لی اور اس اثنا میں اُس کا دوسرا ساتھی سو گیا ایک دشمن نے جو کسی مسلمان کو شہید کرنیکا موقعہ ڈھونڈ تا تھا اس عابد سپاہی کو دیکھا۔ اور یہ معلوم کر کے کہ وہ ایک مسلمان پہرہ دار ہے فوراً ایک تیر چلا دیا جو سیدھا اُس باخدا صحابی کے جسم میں داخل ہو گیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ادنیٰ خادم نے اس تیر کو کھینچکر نکال ڈالا اور نماز جاری رکھی۔ اس دشمن نے دوسرا تیسرا اور پھر چوتھا تیر مارا مگر اُس مردِ خدا نے ہر دفعہ تیر کو کھینچکر نکال ڈالا اور آخر نماز ختم کر کے ہی چھوڑی سلام پھیر کر اُس نے اپنے ساتھی کو جگایا اور دشمن نے جب دیکھا کہ دو آدمی ہیں تو وہ بھاگ گیا۔ جب دوسرا صحابی جاگا تو اُس نے کہا کہ مجھکو پہلے ہی تیر پر جگا دیا ہوتا۔ اسکے جواب میں اُس خدا پرست بزرگ نے کہا کہ میں قرآن کریم کی ایک سورۃ پڑھ رہا تھا اور اس میں مجھے کچھ ایسی لذت آئی کہ میرے دل نے بغیر ختم کیئے چھوڑنا پسند نہ کیا۔ سبحان اللہ! کیا ایمان ہے اور کیسے خدا پرست لوگ ہیں مگر غضب ہے تو یہ کہ ان لوگوں کو ہمارے مخالفین نے نہایت بے رحمی سے اور انصاف کا خون کر کے "لُٹیرے" اور "خون کے پیاسے" وغیرہ قابل نفرت ناموں سے یاد کیا ہے۔ حالانکہ ہمارے عیسائی معترضین کو یسوع مسیح کے حواریوں میں بھی ایسے بُردبار اور راہ خدا میں جان قربان کرنیوالے وجود نہیں مل سکتے۔ ان دو صحابیوں کا نام عمار بن یاسر اور عباد بن بشر تھا (ابن ہشام) چونکہ قریش اور دوسرے طاقتور عربی قبائل نے مسلمانوں کی بیخکنی کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور اسلیئے ہمیشہ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کرتے رہتے تھے ان لوگوں کے ہاتھوں سے آنحضرتؐ اور آپکے صحابہؓ کو متواتر اسقدر تکالیف پہنچیں کہ آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبور ہو کر دعا کی کہ غضب الٰہی سخت قحط کی شکل میں ان لوگوں پر نمودار ہو تاکہ اس طرح ہی یہ خونخوار دشمن کم از کم مسلمانوں کو لگاتار ایذا دینے سے تو رُک جائیں۔

ہمارے ناظرین کو یاد ہو گا کہ ابوسفیان نے احد کے میدان جنگ سے واپس ہوتے وقت

مسلمانوں کو دھمکی دی تھی کہ آیندہ موسم سرما میں بدر کے مقام پر انسے مقابلہ کیا جائیگا۔ اُس نے راستہ سے بھی بعض بُت پرستوں کی زبانی کہلا بھیجا کہ (خاک بدہنش) آیندہ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہؓ کا خاتمہ کر دیا جائیگا۔ دوسرا جاڑا تو آگیا مگر خشک سالی تھی۔ اسلیئے ابوسفیان اس لفظی دھمکی کو عملی صورت میں لانیکے لیئے کافی تیاری نہ کر سکا یا یُوں کہیں کہ خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سُن لی اور سیہ کار دُشمن اپنی کوششوں میں ناکام ہوا اور اُسنے مجبوراً اس مہم کو کسی دوسرے فارغ البالی کے زمانہ تک ملتوی کر دیا۔ عرب کی بعض قومیں ایسی تھیں کہ انہوں نے نہ تو قریش کا ساتھ دیا تھا اور نہ مسلمانوں کی طرفداری کی تھی ان غیر طرفدار لوگوں میں سے ایک شخص نعیم بن مسعود نام تھا جسکو ابوسفیان نے مدینہ بھیجا تاکہ وہاں جاکر مکّہ والوں کی تیاریوں کو مبالغہ آمیز الفاظ میں مشہور کرے اور اس طرح مسلمانوں کو کوچ کرنیسے باز رکھے۔ قرآن کریم اس وقعہ کی طرف مفصلہ ذیل آیات میں اشارہ فرماتا ہے الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم۔ الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل (آل عمران - ۱۸) جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے حکم کو قبول کیا بعد اسکے کہ اُنکو زخم پہنچ چکا تھا (اُحد کی لڑائی کی طرف اشارہ ہے) اُن لوگوں کے واسطے جو اُنمیں سے نیک اور پرہیزگار ہیں بڑا اجر ہے۔ وہ لوگ جنکو لوگوں نے کہا کہ لوگ تمہارے برخلاف جمع ہو رہے ہیں اسلیئے اُنسے ڈرو۔ لیکن اس سے اُنکے ایمان میں زیادتی ہوئی اور انہوں نے کہا ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہی کارساز ہے۔

الغرض ان مبالغہ آمیز افواہوں کا صحابہؓ پر کچھ اثر نہ ہوا اور آنحضرتؐ پندرہ سو (۱۵۰۰) آدمیوں کے ساتھ (یعنی جنگ احد میں جانیوالے مجاہدین سے دگنی تعداد لیکر) مدینہ سے روانہ ہوئے اور مقام بدر پر ڈیرہ ڈالکر قریش کی فوج کے حملہ کا انتظار کرنے لگے ابوسفیان دو ہزار (۲۰۰۰) پیادہ اور پچاس سوار لیکر مکّہ سے روانہ ہوا مگر ایک دو دن کے سفر کے بعد ہی اُسکو خیال آیا کہ اسقدر آدمیوں کے ساتھ وہ مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکیگا اس لیئے

* یہانتک واقعہ حمراء الاسد کا ذکر ہے جسکا ذکر پہلے گذر چکا ملاحظہ ہو گذشتہ نمبر صفحہ ۳۸۶ منہ

وہ اس عذر سے کہ امسال بوجہ گرانی لڑائی مناسب نہیں ہے مکّہ کو واپس آگیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ دن تک بدر پر انتظار کر کے مدینہ کو واپس تشریف لے آئے (مواہب زرقانی۔ جزو ثانی۔ ۱۱۱)

آئندہ موسم گرما میں حضرت نبی کریم صلعم کو ایک نئی طرف کا لمبا اور بامشقت سفر درپیش ہوا یعنی دومۃ الجندل نام مقام کی طرف جانا پڑا جو کہ مدینہ سے سولہ[16] دن اور دمشق سے پانچ دن کی مسافت پر ملک شام کی حدود پر واقع تھا یہاں پر راہ زنوں نے مسافروں کو لوٹنا شروع کر دیا تھا اس طرح انہوں نے نہ صرف ملک شام اور مدینہ کے درمیان کی تجارت کو ہی روک دیا تھا بلکہ مدینہ پر حملہ کرنیکا منصوبہ بھی کیا تھا۔ یہ خبر پاکر آنحضرت صلعم مدینہ سے ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ عین موسم گرما میں روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کی آمد پر راہ زن قبائل جو عیسائی تھے تتر بتر ہو گئے اور نبی کریم صلعم قریباً ایک ماہ کے بعد مدینہ منورہ میں واپس تشریف لائے۔ راستہ میں آپنے قوم فزارہ کے سردار عیینہ بن حصن سے ایک معاہدہ کیا اور اُسکو مدینہ کے نواح کی بعض زمینوں پر جہاں باوجود قحط سالی کے کافی چارہ تھا مویشی چرانے کی اجازت دی۔ یہ سفر ماہ ربیع الاول ۵ ہجری القدس میں پیش آیا (زاد المعاد ابن قیم) اس شمالی سفر یعنی دومۃ الجندل کی لمبی اور تھکانے والی مہم سے واپس آئے آنحضرت صلعم کو چند ماہ ہی گذرے تھے کہ آپکو ایک لمبا سفر جنوب کی طرف کرنا پڑا یعنی نواح مکّہ کی جانب جانا پڑا۔ اس دفعہ بنی مصطلق پر چڑھائی کی گئی جو کہ مکّہ کے نواح میں رہنے والے قبیلہ بنی خزاعہ کی ایک شاخ تھے۔ اسوقت تک تو ان لوگوں کے مسلمانوں سے دوستانہ تعلقات تھے مگر اُنکے سردار الحرث نامی نے انکو مسلمانوں کی طرف سے برگشتہ کر دیا۔ اس شخص نے محض اپنی ہی قوم پر اثر نہیں ڈالا تھا۔ بلکہ دوسرے قبائل میں بھی چکر لگا کر مدینہ پر حملہ کرنیکے لیئے ایک بڑا لشکر فراہم کر لیا تھا۔ جب ان حالات کی اطلاع آنحضرت صلعم کو ہوئی تو آپنے الحرث کے منصوبوں کو توڑنیکا مصمم ارادہ کر لیا اور صحابہؓ کی ایک جماعت ساتھ لیکر فوراً روانہ ہو پڑے۔ آخر آٹھ دن کی مسافرت کے بعد مریسیع کے کوئیں پر ڈیرے لگا دیئے۔ آپکے یک بیک آ جانیسے

الحرث کے ساتھیوں پر خوف طاری ہوگیا اور اُسکے مددگاروں نے علیحدہ ہونا شروع کر دیا تاہم بنی مصطلق کی طرف سے ہی پہلا تیر چلا اور جس طرح آغاز انکی طرف سے ہوا اسی طرح اس لڑائی کا انجام بھی اسی قبیلہ کی شکست پر ہوا۔ اس طرح اس خطرناک مجمع کو منتشر کرکے آنحضرت صلعم مدینہ کو واپس تشریف لائے۔ یہاں پر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر مسلمان وقت پر نہ پہونچتے تو بہت بڑے خطرہ کا اندیشہ تھا۔ (ابن ہشام) اس غزوہ میں عبداللہ بن ابیّ اور منافقین کی ایک جماعت بھی اسلامی جھنڈے کے نیچے آموجود ہوئے تھے اور اس شمولیت سے انکی مراد ظاہرًا دوستی کا اظہار تھا مگر اس دفعہ اتفاق سے ایک جھگڑا پیدا ہوگیا اور اس میں عبداللہ بن اُبَیّ بول اُٹھا کہ "تم نے ان اجنبیوں کو اپنے ہاں بلاکر یہ سب کچھ اپنے آپ سہیڑا ہے" اور کہا لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل یعنی مدینہ جاکر عزت والے یعنی ہم ذلت والوں یعنی مسلمانوں کو شہر سے نکالدینگے"۔ اس شخص کا بیٹا عبداللہ پکا مسلمان تھا اور وہ اپنے باپ کو اس بات پر ملامت کر رہا تھا کہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین کو اذل کیوں کہا اسی اثنا میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر بھی اس طرف ہوا اور بیٹے اور باپ کی تکرار سنکر فرمایا۔ "اُسے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ میری جان کی قسم جبتک وہ ہمارے ساتھ ہے ہماری رفاقت اُسکے لیئے ہر طرح خوشی کا موجب ہونی چاہیئے"۔ قرآن مجید میں سورہ منافقون میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

مدینہ کا محاصرہ یا غزوہ احزاب

جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شمال۔ مشرق۔ اور جنوب کی طرف حملہ آوروں کے مجمعوں کو منتشر کررہے تھے تو آپکے دشمن مسلمانوں کے نیست و نابود کرنیکے لیئے بہت بڑے پیمانہ پر تیاریاں کررہے تھے۔ میور لکھتا ہے کہ "قریش ہر جاڑے کے موسم میں مدینہ پر حملہ کرنیکی تیاری کرتے تھے مگر اب کی دفعہ انہوں نے بہت ہی بڑھ چڑھکر سامان کیا تھا"۔ (لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صفحہ ۲۹۶) ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ ابوسفیان نے جنگ احد سے واپس آتے وقت آنحضرت صلعم کو یہ دھمکی آمیز پیغام بھیجا تھا کہ وہ آیندہ سال (خاکم بدہنش) آپؐ اور آپکے صحابہؓ کا قلع قمع

کریگا۔ اگرچہ اُس سال وہ اپنی لفظی دھمکی کو عملی لباس پہنانے میں ناکام رہا مگر دوسرے سال اُس نے (بزعم خود) مسلمانوں کی بیخکنی کیلیئے بہت بڑی بڑی تیاریاں کیں۔ یہودی بھی جو کہ مسلمانونکی تباہی چاہنے میں قریش سے کسی صورت میں کم نہیں تھے اُنکے ساتھ مل گئے اور اُنکو ہر طرح کی امداد دینے لگے۔ بعض بارسوخ یہودی مثلاً سلام بن حقیق نضری وحیی بن اخطب نضری وکنانہ بن ربیع نضری وہوزہ بن قیس وائلی اور ابو عمار وغیرہم بنی نضیر اور بنی وائل کے چند آدمیوں کو ساتھ لیکر خیبر سے مکّہ کو گئے اور قریش کو اپنی امداد کا یقین دلاکر اُنسے درخواست کی کہ ایک بڑی فوج سے مدینہ پر حملہ کریں اور مسلمانوں کا ہمیشہ کے لیئے قلع قمع کر دیں مکّہ سے وہ بدّو اقوام کے پاس گئے اور اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اُکساتے پھرے قریش اور یہودیوں کی متفقہ کوششوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ اکثر صحرائی قبائل اُنکی امداد کے لیئے آمادہ ہو گئے۔ ان بدّو اقوام میں غطفان قبیلہ کی بھی کئی قومیں شامل تھیں جن کے ہاتھ سے مسلمانوں کو پہلے بھی بہت ایذا پہنچ چکی تھی۔ قریش کا افسر ابو سفیان تھا اور صحرائی قبائل کا سردار عیینہ بن حصن تھا۔ اس تمام لشکر کی تعداد دس ہزار تھی۔ قوم خزاعہ نے مسلمانوں کو اس آنیوالے طوفان کی خبر تو دیدی مگر اب تیاری کا کوئی وقت نہ تھا۔ اقوام عرب کے اس جم غفیر کی طرف قرآن کریم نے مفصلہ ذیل آیات میں اشارہ فرمایا ہے اِذْ جَاءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ٥ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ٥* یعنی جب وہ تم پر اوپر سے بھی اور نیچے سے بھی چڑھ آئے۔ اور جب آنکھیں کج ہو گئیں اور کلیجے مُنہ کو آنے لگے۔ لوگوں کے دلوں میں خدائے تعالےٰ کی نسبت عجیب عجیب خیالات پیدا ہوئے اس جگہ مومنین کے لیئے آزمایش کا وقت تھا اور وہ ہلائے گئے سخت ہلانا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنکو مولا کریم کی ذات پر پورا بھروسہ تھا دعا میں مشغول ہو گئے اور جناب باری میں اس طرح عرض کیا "اے مولا! اے کتاب کے نازل کرنیوالے! تو جلدی خبر لینے والا ہے پس ان جماعتوں کو منتشر کردے۔ اے مالک! تو انکو بھگا دے اور ان میں تزلزل ڈال" آپ اس دعا کو کئی روز تک برابر مانگتے رہے پھر اپنے صحابہ سے

* احزاب ۲

مشورہ کیا اور سلمان فارسی کی تجویز پر شہر کے گرد اگرد خندق کھودنیکا ارادہ کر لیا گیا یہ تدبیر بہت کارگر ہوئی کیونکہ عربوں میں اسوقت تک خندق کھودنے کا رواج نہ تھا۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنیکا حکم دیدیا تاکہ یہ خندق مسلمانوں اور حملہ آوروں کے درمیان ایک روک اور حد فاصل کا کام دے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے بہ نفس نفیس بھی اس خندق کے کھودنے میں حصہ لیا اور کھدی ہوئی مٹی کی ٹوکریاں بھر بھر کر پھینکتے رہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسوقت صحابہ کرامؓ اور آنحضرتؐ کے جسم مبارک پر مٹی اور گرد جمی ہوئی تھی اور آپ کی زبان مبارک پر اکثر یہ اشعار جاری ہوتے تھے۔

اللھم لولا انت ما اھتدینا ٭ ولا تصدقنا ولا صلینا
فانزلن سکینۃ علینا ٭ وثبت الاقدام ان لاقینا
ان الألی قد بغوا علینا ٭ اذا ارادوا فتنۃ ابینا

یعنی اے اللہ اگر تیرا فضل نہ ہوتا تو ہم راہ راست کو حاصل نہ کر سکتے اور نہ خیرات کر سکتے اور نہ نمازیں پڑھ سکتے۔ (تُو نے ہی ہمیں اسلام کی طرف ہدایت کی) پس اب مقابلہ کے وقت تو ہم پر سکینۃ نازل فرما کر اور ہمارے قدموں کو لڑائی میں مضبوط کر۔ ان لوگوں نے ہم پر زیادتی اور تعدی کی ہے اور جب کبھی انہوں نے جبر اور تلوار کے زور سے ہمیں اسلام سے پھیرنا چاہا تو ہم نے انکار کیا۔ (صحیح بخاری)

مذکورہ بالا اشعار کا حوالہ میور نے بھی دیا ہے اور ان کے یہاں لکھنے سے میرا منشاء صرف اس امر کا اظہار کرنا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان اشعار میں بھی اپنے تئیں مظلوم اور ستم رسیدہ ظاہر فرماتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو جابر اور زیادتی کرنیوالے ٹھہراتے ہیں پانچویں مصرع سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مخالفین نے ہی مسلمانوں سے مقابلہ کیلئے ابتدا کی تھی اور انکی غرض بھی مسلمانوں کو راہ راست سے برگشتہ کرنیکی تھی۔ جن الفاظ کا ترجمہ میور نے "مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں" کیا ہے وہ بغوا علینا ہیں جنکے زیادہ صحیح معنے یہ ہوتے ہیں کہ "انہوں نے ہم سے ظالمانہ سلوک کیا ہے یا ہم پر تعدی اور زیادتی کی ہے"۔ کیونکہ لین پول کی انگریزی عربی لغات میں بغیٰ کے معنے مفصلہ ذیل دیئے گئے ہیں "تعدی کا مرتکب ہونا۔ ایذا پہنچانا یا ظالمانہ سلوک کرنا۔ یا سختی کرنا" وغیرہ وغیرہ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے صاف

ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مخالفین ہی تھے جنہوں نے مسلمانوں سے ظالمانہ و جابرانہ برتاؤ کیا تھا اور اُنکو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیئے ہر طرح ابتلاؤں۔ دُکھوں ۔مصیبتوں اور سختیوں میں ڈالا تھا۔ کیا یہ الفاظ ہی اس امر کی کافی شہادت نہیں ہیں کہ مسلمان مظلوم اور اُنکے دشمن ظالم تھے ؟ ہمیں اگر تعجب ہے تو یہ کہ ایسی صاف اور صریح شہادتوں کی موجودگی میں بھی مسیحی صاحبان اور اُنکے ہمرنگ معترضین کو یہ کہتے وقت شرم نہیں آتی کہ مسلمانوں نے عربوں پر ظلم کی تلوار چلائی اور اُنکو بزور شمشیر اسلام میں داخل کیا۔

اب ہم پھر محاصرہ کی داستان کی طرف عود کرتے ہیں چھ دن کی متواتر کھدائی کے بعد خندق مکمل ہوگئی اور مسلمانوں کی تین ہزار فوج اس وسیع میدان میں نکل آئی جو خندق اور شہر کے درمیان تھا۔ قریش اور صحرائی قبائل کا ٹڈی دل سمندر کی طوفانی لہروں کی طرح مدینہ پر بڑھتا چلا آرہا تھا کہ خندق پر آکر یکایک رُک گیا۔ اور جب انہوں نے دیکھا کہ آگے بڑھنا محال ہے تو خندق کے پار والے میدان میں ہی ڈیرے ڈالدیئے۔

اب دشمن نے مدینہ کے اندر اپنے مددگار پیدا کرنے چاہے اور بنی قریظہ کی یہودی قوم سے گفتگو کا سلسلہ جاری کیا۔ خیبر کے یہودیوں میں سے ایک شخص حُیی بن اخطب بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا۔ پہلے پہل تو کعب نے حُیی کو ملنے سے انکار کیا اور کہا کہ مسلمان اپنے عہد کا بڑا پاس کرتے ہیں لہٰذا مجھے عہد شکنی سے خوف آتا ہے مگر جب اُسکو یہ بتلایا گیا کہ مخالفین کی فوج مدینہ کے باہر ڈیرہ ڈالے پڑی ہے اور طوفانی سمندر کی طرح معاذ اللہ آنحضرتؐ اور آپکے صحابہؓ کو بہا لیجانیکے لیئے تیار ہے اور یہ کہ حملہ آوروں نے اس بات پر حلف کرلیا ہے کہ مسلمانوں کو تباہ کیئے بغیر واپس نہ جائیں گے جب یہودی سردار نے یہ باتیں سُنیں تو وہ نرم ہوگیا اور قریش کی امداد کرنیکا پختہ وعدہ کرلیا۔ حضرت نبی کریم صلعم کو یہ حال معلوم ہوا تو آپنے اس تصدیق کیلیئے اپنے آدمی بھیجے۔ وہاں پہنچکر جو دیکھا تو بنی قریظہ کے تیور ہی بدلے ہوئے تھے۔ اور یہ کہتے تھے کہ "محمدؐ کون ہے اور خدا کا رسولؐ کون ہے جسکی ہم اطاعت کریں۔ ہمارے اور اُسکے درمیان کوئی معاہدہ وغیرہ نہیں ہے۔" یہ پیغامبر جب حضورِ نبوی میں واپس آئے تو عرض کیا کہ یہودیوں کا مزاج تو اس سے بھی زیادہ خراب ہے جسقدر کہ ہم نے

خیال کیا تھا۔ اس بغاوت کی خبر سے مسلمانوں پر بہت خوف طاری ہوا۔ کیونکہ شہر میں ان یہودیوں کے بہت لوگ طرفدار تھے اور شہر کے اس حصہ سے جس طرف بنو قریظہ رہتے تھے دشمن آسانی سے اندر گھس آسکتا تھا اچانک حملے یا دغا بازی سے بچنے کے لیئے حضرت نبی کریم صلعم کو مجبورًا اپنی فوج کا ایک حصہ علیحدہ کر کے شہر کے دوسرے حصہ کی طرف بھیجنا پڑا حالانکہ آپکے پاس خندق کی حفاظت کے لیئے بھی کافی آدمی نہیں تھے اور اس علیحدہ کردہ دستہ کو دو جماعتوں میں تقسیم کر کے آپنے حکم دیا کہ شہر کے گلی کوچوں میں شب و روز گشت لگائیں اور خطرہ کے مقامات کی نگرانی کریں۔ مسلمان بظاہر سخت کمزور اور بیکس تھے کہ اکثروں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عذر کر کے چلے آنیکی اجازت مانگی کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ بد دل لوگوں اور منافقین نے تو اب علانیہ کہنا شروع کر دیا کہ "رسول اللہ کی وہ امیدیں اب کدھر گئیں اور آسمانی امداد کے وعدے کیا ہوگئے" قرآن کریم اس کیفیت کی طرف مفصلہ ذیل آیات میں اشارہ فرماتا ہے وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ۔ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۔ (احزاب ۲) اور جس وقت منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہتے تھے کہ نہیں وعدے دیئے تھے اللہ اور اُسکے رسول نے مگر دھوکہ دینے کو۔ اور جسوقت کہتا تھا ایک گروہ اُنہیں سے اے مدینہ والو! تمہارے رہنے کے واسطے کوئی جگہ نہیں پس پھر جاؤ۔ اور ایک فریق اُن میں سے نبیؐ سے اجازت مانگتے تھے وہ کہتے تھے کہ ہمارے گھر خالی ہیں حالانکہ وہ خالی نہیں تھے وہ صرف بھاگنا چاہتے تھے۔

لیکن اگرچہ ظاہری آنکھ میں مسلمانوں کی حالت کمزور معلوم ہوتی تھی اور اگرچہ وہ لوگ جنکے قلوب میں بیماری تھی اس بات پر یقین رکھنے لگے کہ مسلمان تباہ ہو جائیں گے مگر سبحان اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت میں رہنے والے صحابہؓ کا کیا ایمان ہے کہ مخالفین کے اس دَل بادل لشکر کو دیکھکر بجائے دل چھوڑنے کے اسطرح فرماتے ہیں۔ هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (احزاب ۳) یعنی یہ وہ ہے جس کا ہم سے اللہ اور اُسکے رسولؐ نے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اُسکے رسول نے سچ کہا تھا۔

یعنی اب اُس پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے جو خدائے تعالیٰ نے فرمایا تھا جُندٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ۔ (ص ۱)

پھر اس متفقہ اور متحدہ افواج نے اُنپر کیا اثر کیا؟ صرف یہ کہ اُنکے ایمان اور اطاعت میں ترقی ہوئی چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۝ (احزاب ۲) ان وفادار مسلمانوں نے ایسے ابتلا اور خوف کے موقعہ پر بڑی بہادری سے کام لیا اور شب و روز اچانک حملوں اور دغابازیوں سے بچنے کے لیئے شہر کے گلی کوچوں میں پہرہ دیا۔ اُنہوں نے اپنے آقا و مولا اپنے پیشوا و ہادی اپنے روحانی باپ اور سپہ سالار کے خیمہ کی حفاظت کی اور جب کبھی دشمنوں نے خندق کو عبور کرنا چاہا تو فوراً نہایت ہوشیاری اور جانبازی سے مقابلہ کرکے اُنکو پسپا کر دیا۔ اللہ اللہ ان لوگونکا کیسا ایمان اور کیسا خدا کی ذات پر بھروسہ تھا کہ چاروں طرف سے دشمنوں کا نرغہ ہے اور محاصرہ کے اُٹھائے جانیکی ظاہراً کوئی امید نہیں اور پھر سامنے سے یہ ڈر ہے کہ دشمن خندق عبور کرکے حملہ نہ کردیں اور پیچھے سے یہ خدشہ ہے کہ کہیں یہودی اور منافقین نہ آپڑیں تاہم یہ قدوسیوں کا گروہ کبھی بیدل نہیں ہوتا اور کبھی مایوسی انکے پاس نہیں پھٹکتی۔ خدائے تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں نے ایسی ہوشیاری اور مستعدی سے کام کیا کہ دشمنوں کا بے شمار لشکر اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھ سکا۔ ایک دفعہ سواروں کا ایک دستہ خندق کے پار آنے میں کامیاب ہوگیا اور مسلمانوں کی صف کے عین مقابل بڑی دلیری سے نمودار ہوا۔ ان میں ایک بڑا بہادر قریش عمرو نام تھا اُس نے مسلمانوں کو چیلنج کیا کہ کوئی شخص تنہا ہوکر اُس سے نبرد آزمائی کرلے۔ اس چیلنج کا جواب اہل اسلام کی طرف سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیا آخر دونوں بہادر مصروف پیکار ہوگئے اور گرد و غبار کا ایک بادل اُٹھا اور کچھ عرصہ کے لیئے ہر دو کو دیکھنے والوں کی نظروں سے غائب کر دیا۔ لیکن بہت دیر نہیں ہونے پائی تھی کہ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ مار کر یہ اطلاع کر دی کہ دشمن مقتول ہوگیا ہے یہ سنکر عمرو کے ساتھیوں پر دہشت چھاگئی اور وہ خندق کو پھلانگ کر بھاگ گئے۔ مگر خندق کو عبور کرتے وقت ایک سوار نیچے گرا جسے حضرت

زبیر رضی اللہ عنہ نے فوراً دوسرے عالم میں پہنچا دیا۔ قریش نے اس مقتول کا جسم کچھ معاوضہ دیکر واپس لینا چاہا مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر معاوضہ ہی اُسکی لاش واپس کردی۔ اس واقعہ کے بعد کی شب کو دشمنوں نے خندق پر قبضہ کرنیکے لیئے بہت بڑی بڑی تیاریاں کیں اور صبح ہوتے ہی مسلمانوں نے دیکھا کہ مخالفین کی ساری فوج اُنکے مقابل صف آرا ہے۔ سر ولیم میور کی مفصلہ ذیل عبارت اس منظر کا بخوبی نقشہ کھینچ رہی ہے اور اس سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ کس بہادری اور مستعدی سے مسلمانوں نے اپنے دشمنوں کی متفقہ اور متحدہ افواج کے حملوں کا دفعیہ کیا تھا۔ میور لکھتا ہے "کبھی تو وہ ملکر حملہ کرنے کی دھمکی دیتے اور کبھی کئی دستوں میں تقسیم ہو کر مختلف مقامات پر بڑی سرعت کے ساتھ حملہ کرنیکی آمادگی ظاہر کرتے تاکہ مسلمانوں کی توجہ بٹ جائے اور پھر موقعہ دیکھکر اور کسی غیر محفوظ مقام کو تاڑ کر سب کے سب یکدفعہ ہل پڑتے اور تیروں کی بوچھاڑ کی آڑ میں خندق کو عبور کرنا چاہتے۔ کئی دفعہ خالد اور عمرو جیسے قریش بہادروں نے شہر پر ہلّہ کیا اور ایک مرتبہ تو محمد (صلعم) کا اپنا خیمہ بھی خطرہ کیحالت میں ہوگیا۔ مگر مسلمانوں کے بہادرانہ مقابلہ اور تیروں کی بوچھاڑ نے حملہ آوروں کا مُنہ پھیر پھیر دیا۔ یہ حالت تمام دن جاری رہی اور چونکہ مسلمانوں کے پاس بمشکل تمام اسقدر فوج تھی کہ مقابلہ جاری رکھتے اسلیئے انہیں آرام کے لیئے ذرا بھی مہلت نہیں مل سکتی تھی۔ مزید برآں رات کو بھی خالد کی فوج کی طرف سے برابر خطرہ رہا اور اسلیئے اکثر دُور کی چوکیوں کے تعین کی ضرورت لاحق ہوئی۔ لیکن دشمنوں کی تمام کششیں رائگاں اور بے سود رہیں اور وہ کبھی خندق کو پوری طاقت سے عبور نہ کرسکے"۔ خندق پر ایسا سخت اور لگاتار کام رہا کہ مسلمان وقت پر نمازیں بھی نہ پڑھ سکے۔ اور پانچوں نمازیں ملاکر اسوقت پڑھیں جبکہ دشمن شب گذاری کے لیئے میدان کارزار سے واپس ہوئے کئی روز تک متواتر جاگنے اور شب و روز کام کرنیسے مسلمان پریشان اور تھک کر چُور ہو رہے تھے اس محنت شاقہ کو سوائے آنحضرت صلعم کے وفادار اور جان نثار اصحاب کے بھلا اور کون برداشت کرسکتا تھا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

آخر کار خدائے تعالیٰ نے جو ہر ایک چیز پر قادر اور حاکم ہے ایک سخت آندھی کے رنگ میں

اپنی آسمانی کمک بھیجدی اور یہ طوفان ایسا سخت تھا کہ خیمے اکھڑ گئے آگیں بجھ گئیں اور دشمنوں کا ہر ایک سامان تہ وبالا ہوگیا۔ اور انکے کیمپ میں ایسی کھلبلی مچ گئی کہ ابو سفیان جو کفار کی فوج کا سپہ سالار تھا سب سے پہلے بھاگ کھڑا ہوا اور گھبراہٹ کا یہ عالم تھا کہ ابو سفیان کو سوار ہونیسے پہلے اونٹ کی ٹانگیں کھولنے کا بھی خیال نہ رہا۔ قریش نے مکہ کی راہ لی اور بدو اپنے صحرائی گھروں کی طرف روانہ ہوگئے۔ مومن کامیاب ہوئے اور منکر ناکام رہے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے اپنے بندوں کا ساتھ دیا اور قدرت کے زبردست ہاتھ نے اپنے لشکروں سے انکی نصرت اور یاری کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے ؛ جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس رہ کو اڑاتی ہے ؛ وہ ہوجاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہوکر دشمنوں کے سر پڑتی ہے ؛ کبھی ہوکر وہ پانی انپہ اک طوفان لاتی ہے

اسی فتح و نصرت کی طرف قرآن کریم مفصلہ ذیل آیات میں اشارہ فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا وَکَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۝ (احزاب ۲) یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی جب کئی لشکر تم پر حملہ آور ہوئے پھر ہم نے انپر ایک ہوا بھیجی اور (فرشتوں کی) فوجیں بھیجیں جنکو تم نہیں دیکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ تمہارے (بہادری کے) کاموں کو دیکھتا تھا۔ پھر فرماتا ہے وَرَدَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِغَیْظِھِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا ۝ (احزاب ۳) اور اللہ تعالیٰ نے کفار کو انکے غیظ و غضب کے ساتھ واپس پھیر دیا انہوں نے کوئی بھلائی حاصل نہ کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جنگ سے بچالیا (یعنی خود ہی لشکر کو بھگا دیا اور لڑائی کی نوبت نہ آئی) اور اللہ تعالیٰ طاقتور اور زبردست ہے اور پھر اس خوف کا حوالہ دیکر جو کہ مخالفوں کی کثرت اور یہودیوں کی بغاوت سے منافقین اور بیمار دل لوگوں پر طاری ہوگیا تھا اس طرح فرماتا ہے۔ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ تَدُوْرُ اَعْیُنُھُمْ کَالَّذِیْ یُغْشٰی عَلَیْہِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ (احزاب ۲)

یعنی جب خوف آیا تو نے انکو دیکھا کہ وہ تیری طرف دیکھتے تھے اور انکی آنکھیں اس طرح پھرتی تھیں جیسا کسی پر موت کی غشی طاری ہوجاتی ہے۔

جو دعا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کئی روز سے اللہ تعالیٰ کے حضور مانگ رہے تھے آخر وہ سُنی گئی اور خدائے تعالیٰ نے دشمنوں کی کثیر التعداد فوج کے دلوں پر رُعب ڈالدیا اور وہ اپنے گھروں کو پشیمانی - حیرانی اور سرگردانی سے واپس ہوئے مسلمانوں میں سے پانچ آدمی شہید ہوئے جنمیں سے ایک حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بنی اوس کے سردار تھے آپنے حالت نزع میں جو کچھ فرمایا وہ یہ ہے " اے رسول اللہ تجھ پر اللہ کی برکتیں نازل ہوں مَیں شہادت دیتا ہوں کہ تُو خدا کا فرستادہ پیغمبر ہے " جب یہ الفاظ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مُنہ سے دھیمی اور لڑکھڑائی ہوئی آواز میں نکل رہے تھے اسوقت انکا سر رسول خدا صلعم کے زانو مبارک پر رکھا ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کر رہے تھے " اے مولا! درحقیقت سعد نے تیری راہ میں محنت اُٹھائی ہے اس نے تیرے رسولؐ پر ایمان لاکر اپنے عہد کو پورا کیا ہے اسلیئے اے خدا جو تیرے انعام اس جہان سے رخصت ہونیوالوں کی ارواح پر ہوتے ہیں اُن میں سے بہتر سے بہتر انعام اس شخص کی روح پر نازل فرما "

(ابن ہشام و لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مصنفہ میور)

اس میں کلام نہیں کہ اب مدینہ پر ہر سال حملہ کرنیکی تیاریوں سے اور پہلے مکّہ میں مسلمانوں کو ایذا دینے سے قریش کی ایک ہی غرض تھی یعنی اسلام کا قلع قمع کر دینا مگر فرق صرف یہ ہوا کہ مکّہ میں تو مسلمانوں کو ایذا پہنچانے اور ارتداد پر مجبور کرنے سے انکی غرض پوری ہوجاتی تھی مگر مدینہ میں اُنکا مطلب سوائے مسلمانوں کے تباہ کر دینے کے اور کسی طرح حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ جوں جوں اسلام نے مضبوطی پکڑی مخالفین کی سختی میں بھی ترقی ہوئی - اسلام کی مخالفت میں جو آخری کوشش شہر میں کفار کی طرف سے ہوئی وہ یہ تھی کہ اسلام کے بانی علیہ الف الف سلام کے قتل کا منصوبہ کیا گیا اور اس طرح انہوں نے اُس مذہب کا خاتمہ کرنا چاہا جس سے انکو دلی نفرت تھی۔ آنحضرت صلعم کے قتل کی کوشش سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسلام کو مٹا دینے پر تلے بیٹھے تھے۔

لیکن جب وہ اسمیں بھی ناکام رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہؓ کو مدینہ میں جائے پناہ ملگئی تو جلے بھنے قریش کے لیئے اسکے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ مسلمانوں کا تلوار سے ہی صفایا کردیں۔ بڑی بڑی تعداد میں مسلمانوں پر حملہ کرنیسے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قریش کا ان جنگوں سے مسلمانوں کی کامل تباہی کے سوا اور کوئی مدعا ہی نہ تھا۔ اُنہوں نے ہر جاڑے کے موسم میں مدینہ پر حملہ کرنا ایک ضروری امر سمجھ لیا تھا ہر دفعہ بڑی بڑی تیاریاں کرتے تھے پہلے سال جبکہ مسلمان ابھی کمزور ہی تھے تو ہر ایک لڑنے کے قابل مرد کو مکہ والوں نے مجبور کیا کہ اُنکی فوج میں شامل ہو۔ اور پھر ابوجہل اور دوسرے رؤسائے مکہ قریباً ایک ہزار آدمی کی جمعیت سے بدر کے میدان تک کوچ کر آئے۔ اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمشکل تمام تین سو تیرہ آدمی جمع کرسکے اور ان میں سے بھی اکثر خام اور ناتجربہ کار تھے اور طرفہ یہ کہ علاوہ کمی تعداد کے سامان جنگ بھی کافی نہیں رکھتے تھے۔ دشمن تو چاہتا تھا کہ مسلمانوں کو بالکل کچل ڈالے مگر الہام الٰہی کے مطابق خدا کے زبردست ہاتھ نے اپنی امداد کا وعدہ پورا کیا اور مسلمانوں کے چیدہ چیدہ دشمن قید ہوگئے یا مارے گئے۔ مسلمانوں کی کمزوری کا یہ عالم تھا کہ منافقین مدینہ اور یہودی تو امید لگائے بیٹھے تھے کہ اب وہ ضرور لڑائی میں تباہ ہوگئے ہونگے اور جو ایلچی فتح کی خبر لیکر آیا اُسکو انہوں نے سمجھا کہ ساری فوج میں سے ایک بچکر آیا ہے۔ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی باوجود نصرت الٰہی کے متواتر وعدوں کے خدائے تعالیٰ کی بے نیازی سے ڈر کر اپنے صحابہؓ کی سلامتی کے لیئے رو رو کر دعائیں کرتے تھے۔ پہلے حملہ کی تو یہ کیفیت تھی۔ اب سُنئے کہ دوسرے حملے کے وقت قریش نے تین ہزار نبرد آزما کی ایک مضبوط فوج جمع کی اور سب کو سامان جنگ سے خوب آراستہ کر لیا مگر مسلمان صرف ۷۰۰ آدمی تھے اگلے سال قحط ہوگیا اور قریش مسلمانوں کے کچلنے کے لیئے کافی فوج نہ جمع کرسکے اسلیئے یہ سال بغیر کسی جنگ کے ہی گذر گیا۔ دوسرا سال غیر معمولی تیاریوں میں صرف ہوا اور چونکہ پہلی تمام کوششیں بے سود ہوئی تھیں لہٰذا قریش نے اب آخری اور فیصلہ کن حملے کا ارادہ کرلیا۔ یہودیوں نے بھی اُنکی امداد کی اور چاروں طرف بدو اقوام میں آدمی بھیج بھیجکر اُنکو بھی امداد کے لیئے بلایا گیا۔

ان محنتوں کا جیسا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یہ نتیجہ ہوا کہ ہجرت کے پانچویں سال دس ہزار جنگجوؤں کی متحدہ فوج نے مدینہ پر حملہ کیا اور سوائے چند منتخب لوگوں کے باقی سب شہر والوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس متفقہ فوج کا جو اثر شہر والوں پر ہوا اُسکو قرآن کے الفاظ سے بہتر عبارت میں ادا کرنا مشکل ہے چنانچہ فرماتا ہے اِذْ جَاءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ جسوقت آئے تمھارے پاس (دشمن) اوپر سے اور نیچے سے (یعنی شہر کی دونوں طرف سے) اور جسوقت آنکھیں ٹیڑھی ہو گئیں اور دل (بوجہ گھبراہٹ کے) حلق تک پہنچ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرتے تھے۔ اُسوقت مومن آزمائے گئے مسلمانوں کی ظاہری حالت ایسی نازک تھی کہ خود اُنکے درمیان سے ایسے لوگوں نے جنکے قلوب میں امراض تھیں علانیہ کہنا شروع کر دیا۔ "اب رسول خدا (صلعم) کی امیدیں کہاں ہیں اور آسمانی امداد کے وعدے کیا ہو گئے؟"

الغرض اس بات میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ قریش کا ارادہ مسلمانوں کو کچل ڈالنے کا تھا اور یہی ارادہ تھا جو اُنسے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنیکی تیاریاں کراتا تھا۔ اب جو شخص اس بات سے انکاری ہو کہ قریش کا اسلام اور مسلمانوں کی بیخکنی کا ارادہ نہیں تھا وہ ایک ثابت شدہ امر کا منکر ہے کیونکہ قریش کی لمبی چوڑی تیاریاں اس امر پر پوری روشنی ڈالتی ہیں کہ اُنکا مسلمانوں کو کچل ڈالنے اور صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا پختہ ارادہ تھا۔

ایک یاد رکھنے کے قابل بات

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمانوں اور قریش کے درمیان جو لڑائیاں ہوئی تھیں ان سب میں ابتدا قریش کی طرف سے ہوئی۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کی فوج مدینہ سے اسوقت روانہ ہوئی جب مکہ والوں کی فوج نصف سے زیادہ راستہ طے کر چکی تھی۔ جب مسلمان میدان بدر میں پہنچے تو قریش کی فوج وہاں پہلے ہی سے موجود تھی اب دیکھیئے کہ بدر مدینہ سے تین روز کا اور مکہ سے نو روز کا راستہ ہے پس اس صورت میں مکہ والے مسلمانوں کی روانگی سے کئی

روز پہلے چلے ہونگے۔ اب قرآن کریم سے جو ان معاملات میں میور اور دوسرے عیسائی معترضین کے نزدیک بھی ہماری نہایت ہی معتبر سند ہے (ملاحظہ ہو لائف آف محمدؐ صفحہ ۲۹۹ اور دیباچہ صفحہ ۲۶) جیسا کہ مَیں پہلے ایک نمبر میں بھی ظاہر کر چکا ہوں یہ صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مدینہ سے روانہ ہونے کے وقت مسلمانوں کو اس بات کا علم تھا کہ اُن کا مقابلہ دو جماعتوں میں سے ایک کے ساتھ ہوگا یعنی اُنکو قریش کے لشکر کا علم تھا۔ یہی حالت ہر ایک جنگ میں ہوتی رہی جنگ احد جنگ احزاب اور بدر کی دوسری لڑائی میں بھی قریش ہی کی طرف سے پیشدستی ہوئی۔ ان واقعات سے جنکا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ قریش کی طرف سے زیادتی ہوئی اور مسلمانوں نے محض حفاظت ذاتی کے لیئے ہتھیار اُٹھائے۔ لیکن جائے افسوس ہے تو یہ کہ عیسائی معترض ان کھُلی کھُلی شہادتوں پر آنکھ بند کرکے نہایت دلیری سے مسلمانوں کو ظالم اور قریش کو مظلوم ٹھہراتے ہیں۔ آہ اس سے بڑھکر انصاف کا خون اور کون کریگا۔ منصف ناظرین! اگر آپ عرب کا نقشہ لیکر مقامات جنگ پر ایک نظر ڈالیں تو آپکو فوراً معلوم ہو جائیگا کہ کس نے زیادتی کی اور کس نے محض مدافعت اور حفاظت ذاتی کا سامان کیا۔

آسمانی امداد اللہ تعالیٰ اور اُسکے فرشتوں کا اہل اسلام کی امداد کرنا بھی ایک بدیہی امر ہے جسکے لیئے مزید ثبوت کی ضرورت نہیں۔ جب مسلمان کمزور اور بیکس تھے اور قریش اُنپر ہر طرح کی سختیاں کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اُنکو اپنی امداد کا وعدہ فرمایا تھا۔ وہ خونخوار بھیڑیوں کے مُنہ میں آئے ہوئے تھے اور ظاہراً مخلصی کی کوئی امید نہ تھی مگر مولا کریم نے مکّہ میں ہی اُنسے وعدہ فرمایا کہ مَیں ان بھیڑیوں کو ہلاک کردونگا اور اسلام کو دنیا کے کونوں تک پھیلا دونگا خواہ دشمن اسکی بنیادیں اُکھاڑنے کے لیئے ناخنوں تک زور ہی کیوں نہ لگائیں اگر آسمانی وعدوں پر ایمان اور کامل یقین نہ ہوتا تو ضرور تھا کہ اس خطرناک مایوسی کے عالم میں مسلمان دل توڑ بیٹھتے۔ اور ہم تو صریحاً دیکھ رہے ہیں کہ خدائی ہاتھ اپنے وفادار بندوں کی شروع سے ہی دستگیری کرتا رہا تھا۔ یہ خدا کا ہی فعل تھا۔

صادق اور راستی پسند قلوب کو اسلام کی طرف پھیر دیا اور باوجود قریش کی سختی سے سخت مخالفت اور ایذادہی کے دین حقہ کی اشاعت جاری رہی۔ یہ تائید الٰہی کی پہلی علامت تھی۔

اسلام لانے میں کیا کیا خطرات تھے اسکا اندازہ ان لوگوں کے عذرات پڑھکر لگ سکتا ہے جو کہ قبول اسلام میں متردد تھے۔ ایسے لوگ قریش کی ایذا رسانی سے ڈر کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور جو عذرات کرتے تھے انکو قرآن کریم ذیل کی عبارت میں پیش کرتا ہے وَقَالُوٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا (قصص ۶) یعنی یہ لوگ عذر کرتے ہیں کہ جو ہدایت تو لایا ہے اگر ہم اسکی پیروی کریں اور تیرے ساتھ شامل ہو جاویں تو (اسلام کے دشمن) ہمیں اس زمین پر سے اچک لیں گے۔

تائید آسمانی کی ایک اور علامت یہ تھی کہ مسلمانوں کو ایک ایسے عیسائی بادشاہ کے ملک میں پناہ مل گئی جس نے قریش کے سفیروں کی اس درخواست کو کہ مسلمان مهاجرین کو انکے سپرد کر دیا جائے بالکل رد کر دیا۔ اور پھر خدا کے سوا یہ کس کا کام تھا کہ حضرت نبی کریم صلعم کے قریبی رشتہ داروں کو آپکا محافظ بنا دیا اور وہ اپنے امکان کے مطابق دشمنوں کے حملوں سے آپکی حفاظت کرتے تھے۔ خدائے تعالیٰ نے اپنی تائید کا ثبوت ایک اور طرح بھی دیا یعنی مدینہ میں انصار کی جماعت پیدا کر دی جو خدمت اسلام میں دل وجان سے مصروف ہو گئے اور مکہ کے برادران دینی کو اپنے ہاں پناہ دی۔ یا یوں کہو کہ مدینہ والوں کے اس فعل سے قریش کا یہ منصوبہ خاک میں ملگیا کہ اسلام کو مکہ سے باہر نہ پھیلنے دیا جاوے۔ پھر جبکہ جلے بھنے غضب آلود قریش نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان لینے کیلئے اپنی تلواروں کو نیام سے باہر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کفار کی کھینچی ہوئی تلواروں سے اپنے نبی کو اعجازی طور پر محفوظ رکھا اور صحیح سلامت مدینہ پہنچا دیا۔ اگرچہ دشمنوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی قیمت مقرر کی اور تیز سواروں کو آپکی تلاش میں روانہ کیا بلکہ ایک موقعہ پر تو وہ نشان لگاتے لگاتے آنحضرتؐ اور آپکے یار غار رضی اللہ عنہ کے اسقدر قریب آ گئے کہ انکے پاؤں دکھائی دیتے تھے تاہم خدائی ہاتھ نے انکی آنکھیں بند کر دیں اور وہ اپنی کوششوں میں نامراد رہے۔ پھر جب دشمنوں نے مسلمانوں پر مورو ملخ سے لشکر

کے ساتھ چڑھائیاں کیں اور اُنکو تباہ کرنا چاہا اور ظاہر بین آنکھ میں وہ ہر طرح کمزور اور بیکس دکھائی دیتے تھے تو تائید ایزدی نے مسلمانوں کا ساتھ دیا اور قریش کو اکثر ناکام نامراد واپس آنا پڑا۔ مقام بدر پر اللہ تعالیٰ نے بارش کر دی اور اس طرح سے ریت جم گئی اور مسلمانوں کے قدم مضبوط ہو گئے اور ایک آندھی نے چلکر مخالفوں میں پریشانی پھیلادی اور اُنکی آنکھوں کو ریت سے بھر دیا۔ پھر مدینہ میں آندھی اور طوفان ہی کا لشکر تھا جس نے مخالفین کے جم غفیر کو شکست دی۔ اُنکے خیمے اُکھاڑ ڈالے اور ایسی گھبراہٹ پیدا کر دی کہ اُنکو راتوں رات سردی طوفان اور جاڑے کی مار کھاتے ہوئے بھاگنا پڑا۔ پھر کوئی بتلائے کہ خدا کے سوا اور کون تھا جس نے آنحضرت صلعم کو میدان احد میں بال بال بچا لیا جبکہ مکّہ والوں کی تمام فوج آپ پر حملہ آور تھی اور آپ تن تنہا تیروں اور تلواروں کا نشانہ ہو رہے تھے۔ یہ ہیں تائید ایزدی کے صریح اور بدیہی نشان جسکی آنکھ ہو دیکھے جسکا دل ہو غور کرے۔ ہم خدائے تعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتے۔ مگر ہم اُسکے نشانات سے اُسکے وجود کا پتہ لیتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں خدائے تعالیٰ کے مظاہر قدرت اور نشانات کی وہ کثرت پائی جاتی ہے جو اپنی نظیر آپ ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے تنہا انسان کا اپنے طاقتور دشمنوں پر غلبہ اور فتح پانا سوائے خدائے تعالیٰ کی تائید کے اور کسی طرح ممکن نہ تھا۔ اور آنحضرت صلعم کی اس کامیابی اور فتح کے ساتھ اگر اُس پیشگوئی کو بھی شامل کر لیا جائے جو کئی سال پیشتر اور ایسے وقت میں کی گئی تھی جبکہ دشمنوں کا پورا زور تھا اور نبی کریم صلعم محض بیکس اور دشمنوں کی ہنسی کے مورد تھے۔ تو یہ ایک عظیم الشان معجزہ ہے ایک تن تنہا انسان کا قبل از وقت ان پیشگوئیوں کی اشاعت کرنا دشمنوں کے جوش اور غصّہ کو بھڑکانا تھا اور مخالفین نے اس خیال سے کہ مبادا یہ سب کچھ لفظ بہ لفظ پورا ہو جائے اسلام کا قلع قمع کرنیکے لیئے دُگنی کوششیں شروع کر دیں لیکن جائے تعجب ہے کہ جسقدر ان لوگوں نے جان توڑ کوششیں کیں کہ یہ پیشگوئیاں پوری نہ ہوں اُسی قدر صراحت اور بداہت کے ساتھ آئے دن یہ پیشگوئیاں پوری ہوتی رہیں۔ اور آخر کار طاقتور اور مغرور دشمنوں کو اُسی بیکس داعی کے ہاتھ سے نیچا دیکھنا پڑا اور اسلام کی آخری اور پوری کامیابی نے اُس

پیشگوئی کی تصدیق کردی جو کئی سال پہلے شائع ہو چکی تھی۔ قریش نے جو کچھ اس پیشگوئی کا ظہور دیکھا وہ انکے متعلق تھا لیکن اور زیادہ اسکے بعد ظہور میں آیا۔ الغرض جو کچھ خدا نے چاہا وہی ہوا اور خدائے تعالیٰ کے کام بندوں سے نہ رُک سکے۔ دشمنوں کے منصوبے خاک میں مل گئے۔ الحق کی فتح اور کفر کی مذلت ہوئی اور کسی کی کچھ پیش نہ گئی ؎

غرض رُکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے ؛ بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

اسلام کی ترقی جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم اور آپکے صحابہؓ دشمنوں کے حملوں کا دفیعہ کرنے میں مصروف تھے تو اسلام چپ چاپ اور سرعت کے ساتھ ترقی کر رہا تھا۔ اسکا پتہ بڑے بڑے جنگوں میں مسلمانوں کی آئے دن بڑھتی ہوئی تعداد سے بخوبی چلتا ہے۔ جنگ بدر جو ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد ہوئی تھی اُس میں مسلمانوں کی تعداد صرف ۳۱۳ تھی۔ دوسرے سال جب مسلمانوں اور کفار کا احد کے میدان میں مقابلہ ہوا تو انکی تعداد تین سو منافقین کے سوا ۷۰۰ تھی۔ آئندہ سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم ابوسفیان کی فوج سے مقابلہ کرنیکے لیئے دوبارہ میدان بدر پر تشریف لائے تو آپکے ساتھ پندرہ سو آدمی (۱۵۰۰) تھے۔ مگر ایک ہی سال بعد جب عربوں کی متفقہ فوج نے مدینہ کا محاصرہ کر دیا تو خندق کی حفاظت کے لیئے تین ہزار مسلمان موجود تھے۔ اگرچہ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ مسلمانوں کی کل تعداد اسی قدر تھی تاہم ان اعداد سے بڑھتی ہوئی تعداد کا اندازہ ضرور لگایا جاسکتا ہے۔ اس طرح باوجود جنگ کے زور و شور کے جو اشاعت کا سد راہ تھا اسلام برابر ترقی کرتا گیا۔ اس بات کو میور بھی تسلیم کرتا ہے کہ یہ تمام لوگ اپنی رضا و رغبت سے ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ وہ محاصرہ مدینہ کے بعد کے واقعات کا تذکرہ کرتے وقت لکھتا ہے کہ نبی کریمؐ نے "تا حال لوگوں کو مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کیا تھا اور نہ ہی مسلمان نہ ہونے پر سزا دی تھی" لائف آف محمدؐ صفحہ ۳۱۱۔ اگرچہ میور 'تا حال' کا لفظ ایزاد کرتے وقت یہ بتلانا چاہتا ہے کہ آنحضرتؐ نے بعد میں جبر سے کام لیا مگر کیا خوب ہوتا کہ میور ہی کوئی ایسی مثال پیش کرتا جہاں کسی کو آنحضرت صلعم نے اسلام لانے پر مجبور کیا ہو یا انکار پر سزا دی ہو۔

دراصل بات یہ ہے کہ میور کا "تاحال" ایزاد کرنا اُس تعصب کا نتیجہ ہے جو اسلام کی دشمنی کے باعث عیسائی طبیعتوں میں داخل ہو گیا ہے اور جسکے باعث اگر وہ کبھی سچ بولنے پر مجبور بھی ہو جائیں تو بھی اُنکے مُنہ سے صاف صاف کوئی کلمہ خیر نہیں نکل سکتا ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی میں کوئی بھی ایسی مثال نہیں جہاں کسی فرد یا قوم کو اسلام لانے پر مجبور کیا گیا ہو یا انکار پر سزا دی گئی ہو۔ اگر کوئی جبر اور سختی کا موقعہ تھا تو فتح مکّہ کے بعد تھا جب آپکے تمام دشمن مغلوب اور مطیع ہو چکے تھے مگر اس موقعہ کے متعلق بھی ہم میور کا ہی بیان پیش کرتے ہیں وہ لکھتا ہے "اگرچہ شہر مکّہ نے آنحضرتؐ کی اطاعت تو خوشی سے قبول کر لی تھی لیکن تمام باشندوں نے تاحال اسلام قبول نہیں کیا تھا اور نہ ہی آنحضرتؐ کے دعوائے رسالت کو تسلیم کیا تھا شاید آپ کا منشا یہ تھا کہ یہاں بھی مدینہ کا سا ہی طرز اختیار کریں اور بلا جبر واکراہ لوگوں کو حلقہ اسلام میں داخل کریں" شہادت وہی ہے جو دشمن کے مُنہ سے نکلے اب دیکھئے خود میور شہادت دیتا ہے کہ نہ مدینہ میں اور نہ ہی فتح کے بعد مکّہ میں کسی شخص کو جبراً مسلمان کیا گیا مسلمانوں کے ایمان کی صداقت کے لیئے یہی ایک شہادت کافی ہے کہ اُنہوں نے خطرناک سے خطرناک موقعہ پر آنحضرت صلعم کا ساتھ دیا۔ فتح مکّہ کے بعد مکّہ کے جو لوگ مسلمان ہوئے اُنکی نسبت میور لکھتا ہے کہ "اُنہیں منافق کوئی نہیں تھا۔ بلکہ آنحضرتؐ کی وفات پر جو بغاوت ہوئی اس میں بھی کوئی متزلزل نہیں ہوا۔ اور فتح مکّہ سے دو ہی ہفتہ کے اندر اندر ہم دو ہزار مکّہ والوں کو آنحضرتؐ کے پہلو بہ پہلو نہایت وفاداری سے دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں" میور اپنی کتاب لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اُن لوگوں کے لیئے 'بددل' یا 'ناراض' کا لفظ استعمال کرتا ہے جنہیں قرآن کریم کی اصطلاح میں 'منافقین' کہا جاتا ہے اسلیئے ہم نے بھی ترجمہ میں منافقین کا لفظ ہی اختیار کیا ہے۔ پس ہر ایک شخص جو فتح مکّہ کے بعد مسلمان ہوا وہ میور کے اپنے الفاظ اور اُسکی اپنی شہادت سے 'بلا جبر و اکراہ' مسلمان ہوا اور خلوص نیت سے مسلمان رہا کیونکہ ان لوگوں میں کوئی منافق ہی نہ تھا۔

ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ باوجود لڑائیوں کی شدت کے اسلام کی برابر اشاعت ہوتی رہی ہاں مخالفت اور لڑائیاں اسلام کی اشاعت میں سدّ راہ ضرور ہوئیں - اگر جنگ نہ ہوتا تو ضرور بالضرور اسلام اور زیادہ سرعت سے ترقی کرتا۔ اسکے لیئے ہمارے پاس یہی صریح شہادت ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد کثرت سے مسلمان ہوگئے اور اس طرح ظاہر کر دیا کہ اشاعت اسلام میں اگر کوئی سدّ راہ تھی تو لڑائی تھی اور جب یہ رکاوٹ دُور ہوگئی تو لوگ جوق در جوق آکر مسلمان ہونے لگے۔

مدینہ کا محاصرہ بھی بلا نتائج نہیں رہا۔ مسلمانوں کے کچل ڈالنے کیلیئے مخالفین کی طرف سے یہ آخری کوشش تھی اور اس حملہ کے لیئے عظیم الشان تیاریاں کیگئی تھیں۔ سب کے سب دشمن اُسوقت ملکر چڑھ آئے تھے۔ چار ہزار تو قریش نبرد آزما تھے اور یہودیوں نے تمام عرب کو مسلمانوں کے خلاف اکسایا تھا تاکہ اسلام کا تازہ لگا ہوا پودا جو روز بروز زیادہ سبز ہو رہا تھا عرب کی زمین میں نشوونما نہ پاسکے علاوہ ازیں صحرا کے خانہ بدوش بدّوؤں کے گروہ در گروہ جمع ہوگئے اور کُل تعداد مع قریش کے جوانوں کے دس ہزار ہوگئی تھی۔ اگرچہ اسلام کے دشمنوں نے اس طرح متفق ہوکر دین اسلام کی بنیادیں ہلا دینے کی کوشش میں بال بھر بھی فرق نہیں چھوڑا تھا۔ اور انہوں نے ایک ماہ کامل مدینہ کا محاصرہ کر رکھا لیکن آسمانی لشکر ان متحدہ اور متفقہ افواج سے کہیں زیادہ زبردست تھا جسکے آتے ہی ان لوگوں کو نہایت سرگردانی سے محاصرہ اُٹھانا پڑا اور اپنے اپنے گھروں کو راتوں رات سردی اور اندھیرے میں طوفان اور آندھی کے تھپیڑے کھاتے ہوئے روانہ ہونا پڑا۔ اس ناکامی اور ذلت سے مغرور دشمنوں کے حوصلے پست ہوگئے اور اب یہ ناممکن تھا کہ متکبّر قریش یا چالباز یہودی مسلمانوں کی بربادی کے لیئے پھر کوئی بڑی فوج جمع کر سکیں اس شکست اور ذلت کے بعد یہ بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ بدّو اقوام کو اُکسا کر قریش کی امداد کیلیئے بلایا جائے اور دوبارہ مدینہ پر حملہ کیا جائے۔ اب بدّو لوگ مسلمانوں کے خلاف قریش کی ایسی امداد نہیں کرنا چاہتے تھے جیسی کہ مشہور محاصرہ مدینہ میں اُنہوں نے پہلے کی تھی بلکہ اب انہوں نے ارادہ کرلیا تھا کہ مسلمانوں اور کفار قریش کے معاملات میں بالکل مداخلت نہ کریں

اور جنگ کے نتیجہ کا صبر سے انتظار کریں۔ ان لوگوں نے خیال کیا کہ کفار رشتہ دار اپنے مسلمان عزیزوں سے محض اسوجہ سے برسر پیکار ہیں کہ وہ رسول اللہ پر ایمان لے آئے ہیں اور اسلیئے انہیں باہم لڑنے دو تا کہ دیکھ لیں کہ کون فتحیاب ہوتا ہے۔ اور اگر رسول اللہ کا دعویٰ سچا ہے اور وہ در حقیقت دنیا کی اصلاح کے لیئے مامور ہو کر آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کفار کے مقابل اُنکی ضرور تائید کریگا اور پیغمبر خداؐ کو اپنے دشمنوں پر مظفر و منصور کرے گا۔

ایک دلچسپ منظر کیا یہ ایک معمولی جنگ و جدل تھا؟ نہیں نہیں یہ ایک دلچسپ واقعہ تھا۔ مکہ میں ایک خدا کا رسول پیدا ہوا اور اُسنے اپنی قوم کو خدائے واحد کی پرستش کی دعوت دی مگر اُسکے اپنے ہی عزیز اقربا اُسکے دشمن بن گئے اور ناکامی کیلیئے ناخنوں تک زور لگایا۔ مگر وہ برابر اپنا کام کرتا گیا اور بہت سے آدمی اُسپر ایمان لے آئے۔ مگر جن لوگوں نے اُسکے دعویٰ کو تسلیم کیا اُنپر کفار کی طرف سے وہ وہ سختیاں کی گئیں کہ آخر وہ اپنے گھروں کو چھوڑنے اور ایک دُور شہر میں اجنبی لوگوں کے ہاں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اقوام عرب نے بھی حج کے موقعہ پر اس نبیؐ کا وعظ سُنا تھا اور اُسکے نرالے وعظ کی شہرت دُور دُور تک پہنچ گئی تھی۔ جس استقلال سے یہ نبی اپنا دعویٰ بیان کرتا رہا اور جس اخلاص سے اُسکے صحابہؓ نے اُسکا ساتھ دیا۔ اُسکو دیکھکر اہل عرب حیران اور متعجب تھے۔ جب اس مقدس نبی نے یہ اعلان کیا کہ میں آخر کار کامیاب ہونگا اور میرے دشمن اگر باز نہ آئیں گے تو نیچا دیکھینگے اور مغلوب ہونگے تو مکہ میں آنیوالے حاجیوں اور تاجروں نے ان باتوں کو بڑے تعجب سے سُنا جب ایذا دہی آخر حد تک پہنچگئی اور جب یہ نبی بالکل ایک بے خان و مان انسان کی طرح ہوگیا۔ اور جب عرب کی کوئی قوم اُسکو قریش کی تعدی سے پناہ دینا منظور نہیں کرتی تھی تو مدینہ کے بعض لوگوں نے اُسکی درخواست پر پناہ دینے کا وعدہ کرلیا۔

قریش نے مہاجرین کے راستہ میں رکاوٹیں ڈالنی چاہیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پر بھی وار کرنا چاہا مگر سب جگہ ناکام و نامراد رہے۔ تب جلے بھنے قریش نے مسلمانوں سے جنگ کرکے اُنکو تباہ کرنا چاہا۔ الغرض یہ ایک عجیب نظارہ تھا اور

تمام عرب بڑے شوق سے اسکے نتیجہ کا منتظر تھا۔ ایک گمنام انسان کے ہاتھ سے مغرور اور طاقتور قریش کا مغلوب ہونا اس نظارہ میں سب سے دلچسپ امر تھا اور ابوجہل عتبہ اور شیبہ جیسے مشہور قریش سرداروں کے قتل ہونے سے دشمنوں کی ذلت ہوئی اور عرب ششدر رہ گئے۔ جس اخلاص سے اس نئے نبی کے صحابیوںؓ نے اپنے آقا کے لیئے لڑائیاں لڑیں اس سے لوگوں کے دل میں تعریف بھی اور تعجب بھی پیدا ہوا۔ جب قریش تنہا اسلام کو کچل نہ سکے تو انہوں نے دوسری اقوام کو اکسا کر اپنے ساتھ ملایا۔ مگر بدقسمتی سے یہ متفقہ فوجیں بھی انکی دلی خواہش کو پورا نہ کرسکیں یعنی انسے مسلمانوں کی تباہی نہ ہوسکی بلکہ انکو خود ناقابل بیان پریشانی سے واپس بھاگنا پڑا اور بھاگنے والوں کا آسمان کی زبردست فوجوں نے تعاقب کیا پھر اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ قریش کے بہت سے مددگار انسے علیحدہ ہوگئے اور باقی عربوں کے ساتھ ملکر دیکھنے لگے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے اور کامیابی کس کے حصہ آتی ہے۔ حضرت نبی کریمؐ کی روزانہ فتح و نصرت سے ان لوگوں کو آپ کی مکہ والی باتیں یاد آتی تھیں جہاں کہ ناموافق حالات اور سخت ایذادہی کے زمانہ میں یہ پیشگوئی کیگئی تھی کہ آخرکار میں کامیاب ہونگا اور اسلام کے دشمن خائب و خاسر ہونگے۔ اُسی زمانہ میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں پہلے انبیاءؑ کی طرح ایک نبی ہوں اور میں اُسی طرح کامیاب ہونگا جس طرح مجھ سے پہلے رسولؑ کامیاب ہوئے ہیں۔ اسلیئے اکثر قومیں نتیجہ کا بڑے شوق سے انتظار کر رہی تھیں اور آنحضرتؐ کی روزانہ کامیابیوں سے انکو آپ کی صداقت پر دن بدن زیادہ یقین ہوتا جاتا تھا۔

چھوٹی چھوٹی مہمیں مگر یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ عربوں کی طرف سے بالکل امن امان ہوگیا چونکہ لوٹ مار کرنا انکی طبیعت ثانی ہو رہا تھا اسلیئے اگرچہ اکثر قومیں کھلم کھلا جنگ کرنے سے باز آگئی تھیں تاہم بعض افراد اور بعض قبائل محاصرہ مدینہ کے بعد بھی مسلمانوں کو تنگ کرتے رہے اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہؓ کو جنگ احزاب اور صلح حدیبیہ کے درمیان بھی چھوٹی چھوٹی مہموں پر جانا پڑا۔ لہٰذا یہ مناسب ہوگا کہ ان مہمات کا بھی مختصر تذکرہ کردیا جائے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ حضرت نبی کریم صلعم کو

کس قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس صرف دو مہموں میں تشریف لے گئے جنہیں سے اول بنی لحیان یا بنی ہذیل کے مقابل تھی کیونکہ ان لوگوں نے مقام رجیع پر (جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے) چند صحابہؓ کو قتل کر دیا تھا اور ایسے واقعات کے اعادہ کو روکنے کے لیئے ان کی گوشمالی کرنا نہایت ضروری تھا۔ اس قبیلہ کے لوگوں نے جونہی آنحضرت صلعم کی آمد کی خبر سُنی سب کے سب پہاڑیوں میں بھاگ گئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُس مقام پر ٹھہرے جہانکہ آپکے صحابہؓ کو دغا بازی سے شہید کیا گیا تھا اور ان شہیدوں کے لیئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگی۔ اگر حضرت نبی کریم صلعم ایسے مجرموں کی گوشمالی کے لیئے مستعدی ظاہر نہ کرتے تو یہ وحشی قومیں دلیر ہو جاتیں اور بڑی بڑی سختیاں کر گذرتیں۔ یہ مہم اُنکو اس امر کا یقین دلانیکے لیئے کافی تھی کہ آئندہ اگر وہ ایسے جرائم کے مرتکب ہوں گے تو مسلمان ایسے لوگ نہیں کہ اُنکو بغیر سزا کے چھوڑ دیں۔

چند ہی ایام کے بعد قوم فزارہ کا سردار عیینہ مقام الغابہ پر سے جو مدینہ سے چند ہی میل کے فاصلہ پر تھا اونٹوں کا ایک گلہ پکڑ کر لے گیا۔ ڈاکہ میں اونٹ چرانے والا تو مارا گیا اور اُسکی بیوی کو ڈاکو پکڑ کر لے گئے۔ سلع کی پہاڑی پر سے ایک شخص کے پکارنے سے شہر والوں کو خبر ہوئی اور فوراً سواروں کا ایک دستہ تعاقب میں روانہ ہو گیا جنکے بعد ہی تھوڑی سی فوج لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی روانہ ہوئے۔ کچھ اونٹ واپس کر لیئے گئے اور قیدی عورت پکڑے ہوئے اونٹوں میں سے ایک پر چڑھکر بھاگ آئی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذی قرد تک تشریف لیگئے لیکن لُٹیرے صحرا کے اندر محفوظ مقامات میں چلے جا چکے تھے اسلیئے آنحضرت صلعم مدینہ کو واپس تشریف لے آئے۔ ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ یہ وہی عیینہ تھا جسکے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دومتہ الجندل سے واپس آتے وقت عہد و پیمان کیا تھا اور جسکو مدینہ کی بعض زمینوں پر اونٹ چرانے کی اجازت دیگئی تھی مگر یہ لُٹیرے بدو عہد و پیمان وغیرہ کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ یہی عیینہ محاصرہ مدینہ میں کُفّار کی فوج کے ساتھ بڑی جماعت سے شامل ہوا تھا بلکہ ایک ہزار اونٹ سے بھی اُنکو مدد دی تھی اور اب یہی شخص مسلمانوں

کے اونٹوں کا گلہ بھگا لے گیا تھا۔ قوم فزارہ ہی نے وادی القری۔ کے نزدیک رہ زنی کر کے حضرت زیدؓ کو لوٹا تھا جبکہ وہ شام کے سفر پر تشریف لیجا رہے تھے۔ اسلیئے جب حضرت زیدؓ کے زخم اچھے ہو گئے تو اُنکو ایک مضبوط فوج کے ساتھ اس ڈاکو سردار کی سرکوبی کیلئے بھیجا گیا۔ اسی وادی القری میں بنی جذام نے بھی لوٹ مار کی۔ جب حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ ملک شام سے اپنی کامیاب سفارت کے بعد واپس آ رہے تھے تو بنی جذام نے وادی القری میں اُنکا سب سامان لوٹ لیا۔ اس لوٹ کا حال سُنکر حضرت نبی کریم صلعم نے زیدؓ کو لٹیروں کی گوشمالی کیلئے روانہ فرمایا۔ حضرت زیدؓ نے عدم واقفیت کے باعث بنی جذام کے ایک اور قبیلہ پر حملہ کر دیا جو کہ آنحضرتؐ سے عہد و پیمان کر چکے تھے۔ مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو فی الفور مال غنیمت اور قیدیوں کو اس قبیلہ کے سردار کے حوالہ کر دیا۔

ملک نجد میں ابھی تک قحط تھا اور غطفان کے قبیلے اپنے علاقے سے نکل آئے تھے اور مسلمانوں کے چند اونٹ بھی اُس طرف چرنیکے لیئے گئے ہوئے تھے اسلیئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا کہ قبیلہ والے حملہ کی تیاریاں کر رہے ہیں تو آپؐ نے محمد ابن مسلمہ کو دس آدمیوں کے ساتھ اس بات کی تصدیق کرنیکے لیئے بھیجا۔ مگر ذی القصہ پر بہت سے لوگوں نے اُسکو گھیر لیا اور تھوڑے سے مقابلہ کے بعد محمد ابن مسلمہ کے سب ساتھی شہید ہو گئے اور وہ خود بھی مردہ سمجھکر چھوڑ دیا گیا۔ جب یہ خبر مدینہ میں پہنچی تو ان مجرمین کی سرکوبی کے لیئے فوراً چالیس سوار روانہ کیئے گئے لیکن وہ پڑوس کی پہاڑیوں میں جا چھپے۔ مسلمانوں کی اس جماعت کا سردھری سے شہید کر دینا اور بار بار لوٹ مار کا مرتکب ہونا ایسے امور ہیں جو مسلمانوں کے گرد و نواح کی اقوام کے اوضاع و اطوار پر روشنی ڈالتے ہیں۔ کیا ان واقعات کو دیکھکر بھی عیسائی اور ہمارے دوسرے مخالف اب بھی اس امر کو تسلیم نہیں کرینگے ؟ کہ مسلمانوں کو تلوار مجبوراً اُٹھانی پڑی تھی (مواہب زرقانی)

حضرت نبی کریمؐ کی رحم دلی

اگرچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرموں کو مناسب سزائیں دیں۔ مگر آپ کا انصاف بھی رحم سے بھرا ہوا ہوتا تھا اور آپ اپنے سخت سے سخت دشمن سے بھی فیاضانہ سلوک کرتے تھے حملہ آور اقوام کی گوشمالی کے لیئے

جونہیں بھیجی جاتی تھیں انمیں سے ایک میں ایسا ہوا کہ بنی حنیفہ کا سردار ثمامہ بن اثال الحنیفی
مسلمانوں کے ہاتھ پڑا۔ وہ مدینہ کو لایا گیا اور آنحضرت صلعم کی رحمدلی اور غریب نوازی سے
اسقدر متاثر ہوا کہ فوراً مسلمان ہوگیا۔ جب اس سردار سے پوچھا گیا کہ اب تمھارا کیا حال
ہونا چاہیئے تو اُسنے جواب دیا ان تقتل تقتل ذا دم و ان تنعم تنعم علی شاکر
یعنی اگر آپ مجھے قتل کریں تو آپ ایسے شخص کو قتل کرینگے جو مسلمانوں کے قتل کی باعث
اس سزا کا مستحق ہے لیکن اگر آپ مجھ پر رحم کریں تو آپ ایسے شخص پر رحم فرمائیں گے
جو اسکا شکر گذار ہوگا۔" یہ جواب سُنکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو رہا کرنیکا
حکم دیدیا۔ لیکن وہ بجائے اسکے کہ اپنے گھر واپس جائے ایک باغیچہ میں گیا اور نہا کر لوٹ
آیا اور اسلام قبول کر لیا اُس نے حضرت نبی کریم صلعم کو مخاطب کرکے کہا کہ واللہ ما کان
علی وجہ الارض وجہ ابغض علیّ من وجھك فقد اصبح وجھك
احب الوجوہ الیّ واللہ ما کان علی وجہ الارض دین ابغض الیّ
من دینك فقد اصبح دینك احب الادیان الیّ (زاد المعاد صفحہ ۳۷۷)
یعنی " واللہ روئے زمین پر مجھے کسی چہرہ سے اسقدر نفرت نہ تھی جسقدر کہ آپکے چہرہ سے
تھی لیکن آج آپکا چہرہ ہی مجھے دنیا بھر کے چہروں سے خوبصورت دکھائی دیتا ہے اور واللہ
مجھے کسی دین سے اسقدر نفرت نہ تھی جسقدر آپکے دین سے تھی مگر یہی مذہب آج میرے
نزدیک دنیا کے تمام مذاہب سے زیادہ پیارا ہے" پھر مدینہ سے وہ عمرہ کرنیکے لیئے مکہ گیا اور
وہاں جب لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ آیا تو بھی بے دین ہوگیا ہے ؟ تو اُس نے جواب دیا
کہ نہیں بلکہ میں نے خدا کے رسول کے دین کو قبول کیا ہے۔ اللہ اللہ کہاں وہ مسلمانوں کے
خون کا پیاسا تھا اور کہاں اب جان نثار دوست بنگیا اور قریش سے کہنے لگا کہ ملک یمامہ
سے گیہوں کا ایک دانہ بھی تمھارے پاس نہیں پہنچیگا۔ جبتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد مبارک نہ ہوگا۔ سامان خورد و نوشی کی بندش سے قریش کا ناک میں دم آگیا اور انہوں
نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنکی فیاضانہ طبیعت سے وہ واقف تھے سفارش
کرنیکی درخواست کی اور باوجود قریش کی مخالفت اور سخت دشمنی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے اُنکی درخواست کو قبول کرلیا اور آپ کی شفاعت اور سفارش سے قریش کو یمامہ کیطرف اناج وغیرہ کے قافلے آنے شروع ہوگئے۔ لیکن ناسپاس اور محسن کُش قریش اسلام کے اب بھی ویسے ہی دشمن رہے جیسے کہ پہلے تھے۔

کیا ہمارے مخالفین ثمامہ کی تبدیلیٔ مذہب اور آنحضرت صلعم کی فیاضی پر غور کرینگے؟ یا بدستور ناسپاس اور محسن کُش قریش کا ہی ساتھ دینگے؟۔ افسوس اسی رحیم کریم انسان کی نسبت یہ مشہور کیا جاتا ہے کہ وہ محض لُوٹ کی غرض سے قریش کے قافلوں کا مزاحم ہوتا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو اب کیوں قریش کی درخواست پر ثمامہ کو سفارش کرتا کہ قریش کے قافلوں کی آمد و رفت کو نہ روکے۔ اور نہ ہی قریش آپکے پاس ایسی درخواست لاتے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی کا ایک اور واقعہ بھی قابل تذکرہ ہے وہ یہ ہے کہ ابو العاص جس سے آنحضرت صلعم کی بیٹی زینب رضؓ بیاہی ہوئی تھی اور جو کہ ایک بڑا مالدار تاجر تھا وہ ابھی تک بُت پرست ہی تھا اور جنگ بدر میں کُفّار کی طرف سے لڑتا ہوا پکڑا آیا تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو اس شرط پر رہا کردیا کہ زینب رضؓ کو مدینہ بھیجدے۔ مہاجرہ مدینہ کے بعد وہ آنحضرتؐ کے بعض صحابہؓ کے ہاتھ پڑگیا اور وہ اُسکو مدینہ میں نبی کریمؐ کے پاس لے آئے۔ اُنہوں نے آنحضرت صلعم کے تعلق کے باعث نہ تو اُسکے ساتھیوں میں سے کسی کو قتل کیا اور نہ ہی اُسکو کوئی تکلیف دی بلکہ بعض راوی تو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اُسکو فوراً آزاد کردیا لیکن وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں آیا اور درخواست کی کہ اُنکا تمام مال جو کہ دراصل قریش نے تجارت کے لیئے اُسکے سپرد کیا ہوا تھا واپس دلایا جائے۔ حضرت نبی کریم نے اس درخواست کو منظور فرمالیا اور تمام اسباب واپس کرادیا۔ خون کے پیاسے دشمنوں سے آنحضرت صلعم کا اس فیاضی سے سلوک کرنا ابو العاص کے دل پر گھر کرگیا اور مکہ پہنچکر اُس نے تمام لوگوں کا مال اسباب اُنکو واپس کردیا اور جب سب کچھ ادا کرچکا تو اُس نے قریش سے پوچھا "اے قریش کیا تمھاری کوئی چیز ایسی باقی رہ گئی ہے جو مینے ادا نہیں کی"؟ اُنہوں نے جواب دیا "خدا تمھیں اجر دے ہمنے تمکو دیانتدار اور راستباز پایا ہے" اسپر ابو العاص نے قریش کو مخاطب کرکے

دوبارہ کہا "بخدا اسوقت تک میں مسلمان ہونے سے محض اسوجہ سے رکا رہا کہ میرے اسلام لانے سے شاید تم یہ خیال کرو کہ مینے تمھارا مال اڑانے کے لیئے مسلمانوں کا ساتھ دیا ہے۔ مگر اب میں تمھارے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی خدا کا رسول ہے (زاد المعاد ابن قیم) یہ تھیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی فتوحات جنہوں نے ظاہری فتوحات سے بھی بڑھ چڑھکر کام کیا۔

ایک اور مہم عیسائی بدو لٹیروں کی سرکوبی کے لیئے عبدالرحمٰن کی سرکردگی سے روانہ کی گئی یہ دومۃ الجندل کی طرف دوسری مہم تھی اس میں جو ہدایات آنحضرت صلعم نے امیر جیش کو دی تھیں وہ قابل غور ہیں۔ اُسکو حکم دیا گیا کہ پہلے اگر ممکن ہو تو اُنکو صلح کی طرف بلائیں اور اگر کچھ بھی نہ بن پڑے تو پھر جنگ کریں مگر کسی صورت میں دھوکہ و فریب سے کام نہ لیں اور نہ ہی بچوں وغیرہ کو قتل کریں (ابن ہشام) کیا اب بھی آنحضرت کی فیاضی اور رحمدلی میں کسی کو کلام ہو سکتا ہے ؟

صدر انجمن احمدیہ کی ماہوار رپورٹ

معائنہ مدرسہ تعلیم الاسلام | تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کا معائنہ مسٹر گراس صاحب ایم۔ اے انسپکٹر مدارس اور خلیفہ عماد الدین صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس حلقہ لاہور نے ۲-۳-اور ۴- نومبر ۱۹۰۹ء کو کیا۔ انسپکٹر صاحب اور اسسٹنٹ انسپکٹر صاحب کی آرائے جو انہوں نے بعد معائنہ سکول کے متعلق لکھی ہیں۔ یہاں پہنچ گئی ہیں۔ جن میں ہردو صاحبان نے سکول کی تعلیمی اور انتظامی حالت کو قابل اطمینان ظاہر فرمایا ہے۔ اور عمدہ رائے دی ہے۔ اور ہر ایک پہلو پر رائے دیتے ہوئے صاحب بہادر نے حصہ مڈل اور ہائی کے متعلق یہ عام رائے لکھی ہے کہ "راقم بحیثیت مجموعی مدرسہ کے کام سے بہت ہی محظوظ ہوا ضبط اچھا ہے اور تعلیم بڑے جوش اور فہمیدہ طور سے ہوتی ہے۔ مولوی

صدرالدین صاحب ہیڈ ماسٹر بی۔ اے۔ بی۔ ٹی اپنے اعلیٰ کام کے لیئے قابل تعریف ہیں“ ایساہی خلیفہ صاحب نے پرائمری کے متعلق عام طور پر یہ رائے دی ہے۔ کہ ”راقم مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے مینجر مدرسہ ہٰذا سے ملاقات کرکے بہت خوش ہوا۔ اور جو گفتگو انسے مدرسہ اور آیندہ ترقیات کی بابت ہوئی اس سے بھی میں بہت خوش ہوا۔ میں کمیٹی کو مبارکباد دیتا ہوں کہ جس نے مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے بی۔ ٹی کو ہیڈ ماسٹر مدرسہ مقرر کیا۔ تمام مدرسین سرگرمی سے کام کر رہے ہیں“ غرض کہ انسپکٹر صاحب یہاں سے بہت خوش ہوکر واپس تشریف لے گئے۔ چنانچہ سکول کی حالت دیکھ کر زبانی فرمایا۔ کہ ”ضلع ہٰذا میں یہ مدرسہ اوّل نمبر پر ہے۔ اور بالخصوص انگریزی تعلیم میں طلباء نے بہت عمدہ نمونہ دکھایا ہے“ ایساہی شاخ تلونڈی کے متعلق اسی اسسٹنٹ انسپکٹر .... نے اعلیٰ رائے دی ہے۔ اور لکھا ہے کہ مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام قادیان کو مبارکباد دیتا ہوں جنکی کوشش سے اس برانچ سکول نے کامیابی حاصل کی ہے۔ لہٰذا قوم کے لیئے بڑی خوشی اور خدا کا شکر بجالانیکا مقام ہے کہ انکی مخلصانہ کوششیں دینی اور دنیاوی رنگ میں عمدہ ثمرات لارہی ہیں۔ اسکے بعد اس امر کا اعلان کیا جاتا ہے کہ افسران سررشتہ تعلیم نے آیندہ کے لیئے یہ انتظام کیا ہے۔ کہ کل پنجاب کے مدرسوں میں جماعت بندی یکم اپریل سے ہوا کرے۔ جس سے کسی طالب علم کے ایک سکول سے دوسرے سکول میں جانے سے حرج نہ ہوگا۔ لہٰذا احباب اس سے فائدہ اُٹھادیں اور سالانہ امتحان ہوجانے پر اپنے بچّوں کو یہاں بھیجنے کی کوشش کریں۔ دینیات کی تعلیم کے سوا رباقی کورس یہاں وہی ہے جو دوسرے سکولوں میں ہے۔

جلسہ سالانہ جلسہ سالانہ کی تاریخیں بجائے ۲۴۔ ۲۵۔ اور ۲۶۔ دسمبر کے ۲۶ ۲۷ اور ۲۸۔ دسمبر مقرر کی گئی ہیں احباب انپر آنیکی کوشش کریں۔ تخفیف کرایہ کے لیئے محکمہ ریلوے میں درخواست کی ہوئی ہے۔ جو انشاء اللہ عنقریب منظور ہوکر آنیوالی ہے۔ اسکے متعلق یہ تجویز بہتر معلوم ہوتی ہے کہ سکرٹری صاحبان انجمن ہائے احمدیہ

جلسہ پر شریک ہونیوالے احباب کی ایک فہرست پہلے سے ہی مکمل کریں۔ اور دفتر ہذا میں اسکی نقل بھیجدیں۔ تاکہ اسکے مطابق تخفیف کرایہ کے لیئے سرٹیفکیٹ ارسال کیئے جاویں محصول کے لیئے ٹکٹ ساتھ آنے بہتر معلوم ہوتے ہیں۔ اور اس تجویز پر عمل کرنے سے ایک تو یہ معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ جلسہ پر آنیوالوں کی تعداد قریباً کسقدر ہوگی۔ دوسرے فرداً فرداً سرٹیفکیٹ ارسال کرنیکے سے ٹکٹوں کا خرچ بہت بڑھ جاتا ہے۔ اور ایسا ہی سکرٹری صاحبان دیگر ضروری امور کے متعلق پہلے ہی سے طیاری کرکے دفتر ہذا میں اطلاع دیں۔ احباب کو اپنے بستر ساتھ لانے چاہیئے۔ جلسہ سالانہ کے لیئے ضروری اشیاء مثل آٹا۔ گھی۔ چاول۔ ایندھن وغیرہ کے بہم پہنچانے کیلیئے روپیہ کی اشد ضرورت ہے۔ اسلیئے بذریعہ سرکلر انجمنوں کو اطلاع کی گئی تھی۔ کہ سردست ان اخراجات کیلیئے کچھ روپیہ بہت جلد بھیجدیں۔ تاکہ انتظام کیا جاوے۔ اور باقی جلسہ پر ہمراہ لے آویں۔ لہٰذا احباب اس طرف توجہ فرماویں اور کوپن میں لکھدیں کہ روپیہ اخراجات جلسہ سالانہ کیلیئے ہے۔ چونکہ جلسہ پر آنیسے پہلے غالباً آیندہ نمبر تمام احباب کو نہ مل سکے اسلیئے جلسہ سالانہ کے متعلق ضروری ہدایات یا تو بذریعہ سرکلر پہنچتی رہیں گی یا اخباروں کے ذریعہ اطلاع کیجاوے گی۔

چندہ عید فنڈ عیدالفطر کا موقع تو گذر گیا۔ لیکن جلسہ سالانہ کی تقریب کے متصل عیدالضحیٰ کی تقریب بھی ہے۔ احباب کو اور خصوصاً سکرٹری صاحبان کو کوشش کے ساتھ کھالوں اور عید فنڈ کا روپیہ بھی وصول کرکے ہمراہ لانا چاہیئے۔

مناظرہ منصوری جماعت احمدیہ منصوری اور مخالفوں کے مابین مناظرہ قرار پایا جو ۱۳، ۱۴ نومبر کو ہے۔ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد سے قادیان سے چند احباب بمع جناب مولوی محمد علی صاحب تشریف لے گئے ہیں۔ خدائے تعالیٰ اس سلسلہ کی نصرت فرماوے اور مخالفوں کو سمجھ دے مفصل حالات بعد میں دیئے جاوینگے۔*

کانفرنس پروگرام جلسہ سالانہ اور تاریخ انعقاد کانفرنس سے بعد میں اطلاع کیجاویگی کانفرنس میں غالباً وہی سوالات پیش ہونگے۔ جو انجمنوں کے پاس بذریعہ سرکلر جا چکے ہیں۔ سکرٹری صاحبان اس سے جلد اطلاع دیں کہ کانفرنس میں انجمن کی طرف سے

* ۱۶ نومبر کو منصوری سے جناب مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے بذریعہ تار اطلاع پہنچی کہ "مباحثہ بڑی کامیابی کے ساتھ ختم ہوگیا ہے۔ الحمد للہ"۔

کونسے دو ڈیلیگیٹ ہوں گے۔

رپورٹ سالانہ رپورٹ سالانہ انجمنوں سے طلب کی گئی ہے۔ لہٰذا سوالات مندرجہ سرکلر کا جواب بہت جلد ۲۰۔ نومبر تک دفتر ہٰذا میں آجانا چاہیئے۔

از دفتر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ریویو

ضرورت زمانہ:۔ یہ وہ کتاب ہے جو حال ہی میں ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب نو مسلم نے ایسے سوالوں کے جواب میں لکھی ہے جو آئے دن عیسائیوں اور آریوں کی طرف سے اسلام اور آنحضرت صلعم پر ہوتے رہتے ہیں یہ کتاب بطور سوال و جواب ہے اور اسمیں قریباً کُل اہم سوالات مثلاً شق القمر کا معجزہ حجر اسود کی حقیقت عرش و روح کی کیفیت وغیرہ وغیرہ کے جوابات آسان عبارت میں مندرج ہیں کتاب بہت مفید ہے اور بڑی محنت سے تیار کی گئی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف احمدیوں کے لیئے بلکہ ہر ایک شخص کے لیئے جسے آریوں یا عیسائیوں سے پالا پڑتا ہے۔ ایک رہنما ہے۔ ماسٹر صاحب موصوف نے یہ کتاب اسلامی ہائی سکولوں اور دیگر مدارس اور مکاتب کے طلبار کے لیئے بطور تقرر کورس کے لکھی ہے تقطیع بھی کتب سرکاری کے مطابق رکھی گئی ہے نہایت خوشخط اعلیٰ درجہ کے ڈمی کاغذ پر چھپکر دونسو صفحہ پر ختم ہوئی ہے۔ قیمت علاوہ محصولڈاک ۸/ درخواستیں بنام ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب قادیان آویں ÷

عشرہ کاملہ:۔ یہ کتاب مولوی شیخ الہ دین صاحب واعظ انجمن حمایت اسلام لاہور نے آریوں کی تردید میں لکھی ہے۔ اس کتاب میں بہت سے مفید مضامین پر بحث کیگئی ہے۔ مثلاً مسئلہ تناسخ۔ دوران دنیا۔ قدامت روح و مادہ۔ مکتی۔ ان مسائل پر دلچسپ پیرایہ میں بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ آریوں کے بزرگ گئو وغیرہ کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ اور آریوں کے دیوتاؤں کیلیئے

نہ صرف گائے اور گھوڑے قربان کیئے جاتے تھے بلکہ آدمیوں کی بھی قربانی ہوتی تھی - کتاب مذہبی مباحثات کے لیئے بہت مفید ہے - ۹۲ صفحہ کی کتاب ہے قیمت ۳ ر - محمد اصغر علی محمد قاسم مالکان قاسمی پریس لدھیانہ سے مل سکتی ہے -

شدھی کی اشدھی | یہ کتاب دہلی کے مشہور مناظر مولوی قاسم علی صاحب کی تصنیف ہے - اسمیں انہوں نے دھرم پال - ڈکی نام ایک انگریز اور ایک آسٹریلین لیڈی کے شدھ ہونے کی اصل کیفیت دکھائی ہے جنپر آریوں نے اسقدر ناز کیا تھا - اخیر میں دکھایا ہے کہ ہندوؤں کی کتب مقدسہ میں غیر مذاہب والوں کو ہندو کرنے کے متعلق کہیں ہدایات نہیں پائی جاتیں - یہ کتاب میر قاسم علی احمدی واعظ ترا یا بیرام خان دہلی سے ۶ ر پر ملسکتی ہے -

نور :- یہ اخبار قادیان سے شیخ محمد یوسف صاحب نومسلم (سابق سورن سنگھ) نے نکالا ہے - پندرہ روز کے بعد شائع ہوتا ہے - اس اخبار کی غرض غیر مذاہب کے حملوں خصوصاً آریوں اور عیسائیوں کے اعتراضات کا دفیعہ اور سکھوں کو انکے گرو کی سچی تعلیم کی طرف بلانا ہے - تین نمبر نکل چکے ہیں اور امید ہے کہ یہ اخبار مذہبی مباحثات میں دلچسپی لینے والوں میں بہت قبولیت حاصل کریگا - قیمت عہ سالانہ - درخواستیں بنام شیخ محمد یوسف صاحب مالک و ایڈیٹر اخبار نور آنی چاہییں -

جس دریدہ دہنی سے آریہ لوگ اسلام پر حملے کرتے ہیں اسکی نظیر شاید پادریوں کی تحریروں کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی - مسلمان گالی کا جواب گالی تو نہیں دے سکتے مگر پھر بھی ضروری ہے کہ انکے حملوں کا معقولیت سے جواب دیکر عوام الناس کو دھوکہ میں پڑنے سے بچایا جاوے اور انکے اپنے مذہب کے اندرونی حالات کو پیش کرکے دکھایا جاوے کہ انکے اپنے مذہب میں کیا کیا ناپاک باتیں بھری پڑی ہیں - نور کے نوجوان ایڈیٹر نے اسی غرض کو مدنظر رکھکر یہ اخبار جاری کیا ہے - خدائے تعالیٰ انکی مدد فرماوے - آمین